جماعت احمدیہ جرمنی کا ترجمان

ماہنامہ

اخبار احمدیہ

جرمنی

ایڈیٹر:- صادق محمد طاہر

جلد نمبر4 ماہ امان 1377ہجری شمسی مطابق مارچ 1998ء شمارہ نمبر3

ارشادات عالیہ سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

جو شخص میری دیواروں سے دور رہنا چاہتا ہے ہر طرف سے اس کو موت در پیش ہے

میرا دوست کون ہے؟ اور میرا عزیز کون ہے؟ وہی جو مجھے پہچانتا ہے۔ مجھے کون پہچانتا ہے صرف وہی جو مجھ پر یقین رکھتا ہے کہ میں بھیجا گیا ہوں اور مجھے اُس طرح قبول کرتا ہے جس طرح وہ لوگ قبول کئے جاتے ہیں جو بھیجے گئے ہوں۔ دنیا مجھے قبول نہیں کر سکتی کیونکہ میں دنیا میں سے نہیں ہوں۔ مگر جن کی فطرت کو اُس عالم کا حصہ دیا گیا ہے وہ مجھے قبول کرتے ہیں اور کریں گے۔ جو مجھے چھوڑتا ہے وہ اُس کو چھوڑتا ہے جس نے مجھے بھیجا ہے اور جو مجھ سے پیوند کرتا ہے وہ اُس سے کرتا ہے جس کی طرف سے میں آیا ہوں۔ میرے ہاتھ میں ایک چراغ ہے جو شخص میرے پاس آتا ہے ضرور وہ اُس روشنی سے حصہ لے گا مگر جو شخص وہم اور بدگمانی سے دُور بھاگتا ہے وہ ظلمت میں ڈال دیا جائیگا۔ اس زمانہ کا حصن حصین میں ہوں جو مجھ میں داخل ہوتا ہے وہ چوروں اور قزاقوں اور درندوں سے اپنی جان بچائیگا۔ مگر جو شخص میری دیواروں سے دور رہنا چاہتا ہے ہر طرف سے اس کو موت درپیش ہے! اور اُس کی لاش بھی سلامت نہیں رہے گی۔ مجھ میں کون داخل ہوتا ہے؟ وہی جو بدی کو چھوڑتا ہے اور نیکی کو اختیار کرتا ہے اور کجی کو چھوڑتا اور راستی پر قدم مارتا ہے اور شیطان کی غلامی سے آزاد ہوتا اور خدا تعالیٰ کا ایک بندۂ مطیع بن جاتا ہے۔ ہر ایک جو ایسا کرتا ہے وہ مجھ میں ہے اور میں اُس میں ہوں۔ مگر ایسا کرنے پر فقط وہی قادر ہوتا ہے جس کو خدا تعالیٰ نفس مزکّی کے سایہ میں ڈال دیتا ہے۔ تب وہ اُس کے نفس کی دوزخ کے اندر اپنا پیر رکھ دیتا ہے تو وہ ایسا ٹھنڈا ہو جاتا ہے کہ گویا اُس میں کبھی آگ نہیں تھی۔ تب وہ ترقی پر ترقی کرتا ہے یہاں تک کہ خدا تعالیٰ کی روح اُس میں سکونت کرتی ہے اور ایک تجلّی خاص کے ساتھ رب العالمین کا استویٰ اس کے دل پر ہوتا ہے تب پورانی انسانیت اس کی جل کر ایک نئی اور پاک انسانیت اُسکو عطا کی جاتی ہے اور خدا تعالیٰ بھی ایک نیا خدا ہو کر نئے اور خاص طور پر اُس سے تعلق پکڑتا ہے اور بہشتی زندگی کا تمام پاک سامان اِسی عالم میں اُس کو مل جاتا ہے۔

(روحانی خزائن جلد نمبر3 صفحہ 34-35)

دعوت الیٰ اللہ کے میدان میں مختلف ریجنز کی مساعی کا جائزہ

ہزاروں افراد تک پیغام حق پہنچایا گیا ، ریجن Hessen-Mitteایک بار پھر سرفہرست رہا

رپورٹس کے مطابق ریجن Hessen-Mitteایک بار پھر سرفہرست ہے۔ اس ریجن میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے بڑی اچھی منصوبہ بندی سے مرکزی ھدایات کی روشنی میں کام کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ چنانچہ عرصہ زیر رپورٹ میں 29 تبلیغی نشستوں کا انعقاد کیا گیا، پانچ عدد تبلیغی سٹالز لگائے گئے اور مختلف دیگر ذرائع سے دعوت الی اللہ کی گئی جن کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے جرمن، البانین، عربی، ترک اور بنگالی اقوام سے تعلق رکھنے والے 80افراد کو جماعت احمدیہ مسلمہ میں شامل ہونے کی توفیق ملی۔ (فالحمد للہ علیٰ ذلک)

ریجن Würtembergدوسرے نمبر پر رہا جہاں 9 تبلیغی نشستوں اور 10 سٹالز وغیرہ کے نتیجے میں تین درجن کے قریب افراد کو اللہ تعالیٰ نے نور احمدیت سے فیض یاب ہو کر اس الٰہی جماعت میں شامل ہونے کی سعادت عطا فرمائی۔ علاوہ ازیں ریجنل نمائندہ اخبار احمدیہ نے مختلف جماعتوں کی مساعی کی رپورٹس بھی ارسال کی ہیں جن میں سے جماعت احمدیہ Tübingen کے زیر انتظام جرمن تبلیغی نشست خاص طور پر قابل ذکر ہے۔ اس مجلس میں تشریف لانے والے مہمانوں کی تعداد گو بہت کم تھی اور حاضرین کو اسلام اور جماعت احمدیہ کا مکمل تعارف کروایا گیا تاہم ایک مقامی اخبار نے اپنی ایک اشاعت میں اس نشست کے حوالے سے جماعت کا تفصیلی تعارف شائع کیا اور یوں خدا کے فضل سے ہزاروں افراد کو گھر بیٹھے پیغام حق پہنچانے کے سامان ہوئے۔ (فالحمد للہ) اللہ اس کے نیک اثرات مرتب فرمائے اور سعید روحوں کو آغوش اسلام احمدیت میں آنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

اسی طرح ریجن Baden سے جرمن، عربی، انڈین، البانین اور کرد افراد کے سلسلہ احمدیہ میں شمولیت کی اطلاع ملی ہے۔ ایک نشست میں آٹھ دفاتر کے سربراہان نے بھی شرکت کی جنہیں پیغام حق پہنچایا گیا اس مجلس میں مرکز کی طرف سے محترم مولانا عبد الباسط صاحب طارق اور محترم طارق گڈٹ صاحب تشریف لائے اور حاضرین کو تعارف کے ساتھ ان کے سوالات کے جوابات بھی دیئے۔

لوکل امارت فرینکفرٹ میں بھی ایک تبلیغی نشست کا انعقاد کیا گیا جس میں عرب افراد کی ایک تعداد نے شرکت کی اور وہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے بہت اچھا تاثر لے کر لوٹے۔ 8 تبلیغی سٹالز بھی لگائے گئے۔

ریجن Schleswig-Mecklenburg، ریجن Hessen-Thüringenاور Hessen-Süd کی کارکردگی قریباً برابر ہے۔ یہاں تبلیغی سٹالز بھی لگائے گئے تبلیغی نشستوں کا انعقاد بھی کیا گیا اور کچھ بیعتوں کی بھی رپورٹ ملی ہے۔ ریجن Pfalz میں بھی جرمن نشست اور تبلیغی سٹالز کے ذریعہ دعوت الی اللہ کی گئی۔

ان تمام ریجنز میں دیگر مساعی کا بھی ذکر کیا گیا۔ جن میں حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی طرف سے نمازوں میں باقاعدگی کی یاددہانی کے ارشادات کو مدنظر رکھتے ہوئے مختلف پروگرام، تعلیمی و تربیتی کلاسز کا اجراء اور رمضان المبارک کی مصروفیات خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ ہمبرگ سٹی میں رمضان المبارک کے بابرکت ایام میں دو مقامات پر نماز تراویح کا انتظام کیا گیا۔

بیت الرشید میں اوسطاً 80 کے قریب اور مسجد فضل عمر میں پچیس کے قریب احباب و خواتین باقاعدگی سے شامل ہوتے رہے اور اختتام ہفتہ اور رخصتوں کے ایام میں یہ تعداد بڑھ کر بیت الرشید میں ڈیڑھ صد اور مسجد فضل عمر میں پچاس تک ہو جاتی رہی اور جمعہ میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے ایک ہزار سے زائد احباب تشریف لاتے رہے۔

اسی طرح رمضان کے آخری عشرہ کی برکات سے استفادہ کے لئے بیت الرشید میں نو افراد نے اعتکاف کیا جن میں سے چار افریقن احمدی تھے جن کو دیکھ کر رشک آتا تھا اللہ تعالیٰ ان کے اخلاص میں مزید ترقیات عطا فرمائے۔ اسی طرح مسجد فضل عمر میں دو خواتین نے اعتکاف کیا

ریجن Nord-Rhein کی طرف سے بھی ایک مختصر مگر جامع رپورٹ ملی ہے جس میں بعض تبلیغی نشستوں اور سٹالز اور انفرادی ملاقاتوں کے نتیجہ میں مختلف اقوام کے افراد کی جماعت احمدیہ مسلمہ میں شمولیت کی خوشکن اطلاع بھی بہم پہنچائی گئی ہے اسی طرح ایک جگہ کے میئر (Bürgermeister) کو قرآن کریم کا تحفہ بھی پیش کیا گیا جس کی خبر مقامی اخبار نے تصویر کے ساتھ جلی حروف میں بڑے اچھے انداز میں شائع کی۔

"آ رہا ہے اس طرف احرار یورپ کا مزاج ——— نبض پھر چلنے لگی مردوں کی ناگہ زندہ وار"

جماعت احمدیہ Waldshut اور Koblenz-City کے زیر انتظام کامیاب جرمن نشستوں کا انعقاد

ایک جرمن نشست محترم ریجنل امیر صاحب Würtembergکی تحریک پر جماعت احمدیہ Waldshut کی طرف سے 7 فروری 1998ء کو منعقد کی گئی۔ جس میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے 10 مرد اور 21 خواتین پر مشتمل 31 جرمن افراد نے شمولیت کی، جن میں وکلاء، ڈاکٹر، اساتذہ، مقامی کونسل کے سرکردہ ممبران۔ اور چرچ کے ادارہ Caritas کی علاقائی انچارج شامل ہیں۔ مرکز کی طرف سے محترم ہدایت اللہ صاحب ہبش کی تشریف آوری متوقع تھی مگر ان کی بعض دیگر مصروفیات کی بناء پر پروگرام میں تبدیلی کی گئی اور مکرم و محترم شیخ ناصر احمد صاحب امیر جماعتہائے احمدیہ سوئٹزرلینڈ مہمان خصوصی کے طور پر تشریف لائے۔

تلاوت قرآن کریم اور اس کے جرمن ترجمہ کے بعد ایمنسٹی انٹرنیشنل کے مقامی چیئرمین Stephen Helmes نے ایک معلوماتی تقریر کی جس میں انہوں نے پاکستان میں احمدیوں کو درپیش مسائل کا تذکرہ کیا۔ اس کے بعد مہمان خصوصی محترم شیخ ناصر احمد صاحب نے جماعت احمدیہ کا مختصر تعارف پیش کیا اور حاضرین کو سوالات کی دعوت دی۔ چند ایک کے سوا تمام حاضرین نے کھل کر سوالات کئے جن کے جوابات محترم شیخ صاحب نے بڑے مدلل اور احسن رنگ میں دیئے۔ کم و بیش ڈھائی گھنٹے جاری رہنے والی اس دلچسپ مجلس کے اختتام پر حاضرین کی خدمت میں پاکستانی کھانے پیش کئے گئے جنہیں مہمانوں نے بہت پسند کیا۔

نشست کے اختتام پر بعض مہمانوں کے تاثرات بھی قلمبند کئے گئے جو بہت دلچسپ اور امید افزاء ہیں۔ ان میں سے چند ایک تاثرات احباب کرام کی خدمت میں پیش ہیں۔ ایک دوست نے مزاحیہ انداز میں کہا "میں نے اپنی بیوی کو ساتھ لا کر اس پر احسان کیا ہے ورنہ یہ ایسی شاندار تقریب سے محروم رہ جاتی"۔ قریباً چالیس کلومیٹر کے فاصلہ سے آنے والی ایک خاتون نے کہا "ہمیں پہلی بار علم ہؤا ہے کہ در حقیقت محبت کے معنے کیا ہوتے ہیں"۔ ایک دوست نے کہا "پہلی بار بغیر میوزک اور شور و غل کے اتنی کامیاب اور محبت بھری محفل دیکھنے کا موقع ملا"۔ ایک مہمان عورت نے کہا "اس سے قبل میں نے کوئی مذہبی مجلس اس قدر شاندار نہیں دیکھی"۔ علاقہ کی ایک مشہور سماجی کارکن (خاتون) جو کہ عورتوں کے حقوق پر قبل ازیں بہت بحث کر رہی تھیں انہوں نے بعد میں قرآنی تعلیم کے حق میں برملا کہا "مجھے علم نہیں تھا کہ قرآن میں عورتوں کو اس قدر حقوق دیئے گئے ہیں اور اسلام عورت کو اتنی آزادی دیتا ہے"۔ چرچ کے ادارہ "کاری تاس" کی علاقائی انچارج نے اس پروگرام کو نہایت شاندار قرار دیتے ہوئے کہا کہ انہیں احمدیہ مسلم جماعت کا اتنا تعارف حاصل نہ تھا جتنا اب ہؤا ہے"

★ باقی صفحہ ۴ پر ★

ہفتہ مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام -- 23 تا 29 مارچ 1998ء

جماعت احمدیہ جرمنی کی مجلس شوریٰ 1997ء میں یہ تجویز پیش کی گئی تھی جو کہ سیدنا امیر المومنین حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے از راہ شفقت منظور فرمائی تھی کہ 23 مارچ تا 29 مارچ 1998ء ہفتہ مسیح موعود منایا جائے جس میں 23 مارچ کے یوم مسیح موعود کی مناسبت سے سارا ہفتہ مختلف پروگرام بنا کر احباب جماعت کو تاریخ کے اس اہم پہلو کی یاددہانی کے علاوہ دیگر اقوام کو بھی تاریخ احمدیت سے متعارف کروانے کی کوشش کی جائے اور مسیح کی آمد ثانی کی حقیقت سے متعلق لوگوں کو آگاہ کیا جائے۔ اس کے متعلق ھدایات قبل ازیں جماعتوں میں بھجوائی جا چکی ہیں۔

امید ہے اکثر جماعتوں نے اس بارہ میں تفصیلی پروگرام مرتب کر لئے ہوں گے تاہم جن جماعتوں میں ابھی یہ کام باقی ہے ان سے بھی گذارش ہے کہ ایسے پروگرام مرتب کر کے اپنے ریجن کے نمائندہ اخبار احمدیہ کو اپنی مساعی کی تفصیل سے مطلع فرمائیں تاکہ بروقت اشاعت کے لئے رپورٹ مرتب کی جا سکے۔ امید ہے تمام نمائندگان اس طرف بھرپور توجہ فرمائیں گے۔

سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام
کی عبادت الٰہی سے متعلق چند ایمان افروز روایات

ایک دم بھی کل نہیں پڑتی مجھے تیرے سوا
جاں گھٹی جاتی ہے جیسے دل گھٹے بیمار کا

حضرت مسیح موعود علیہ السلام جنکا بچپن، جوانی اور بڑھاپا بے داغ اور نور کی مانند روشن اور خدا کے عشق اور عبادت میں مصروف گزرا اور کسی موقعہ پر بھی خدا کی یاد آپ کے دل سے جدا نہ ہوئی ذیل میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کی عبادت الٰہی کے چند واقعات درج ہیں۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کو شروع سے ہی نماز سے گہرا تعلق اور لگاؤ تھا جو عمر کے آخر تک ایک نشہ کی صورت میں آپ کے دل ودماغ پر طاری رہا......

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے انہی فطری رجحانات کا نقشہ کھینچتے ہوئے ایک مقام پر فرماتے ہیں کہ اوائل ہی سے مسجد میرا مکان، صالحین میرے بھائی، یاد الٰہی میری دولت ہے اور مخلوق خدا میرا عیال اور خاندان ہے۔

(تاریخ احمدیت جلد اول صفحہ 72،73)

قادیان کے ایک قریبی گاؤں کا ایک معمر ہندو جاٹ بیان کیا کرتا تھا کہ:-

"میں مرزا صاحب سے بیس سال بڑا ہوں۔ بڑے مرزا صاحب کے پاس میرا بہت آنا جانا تھا۔ میرے سامنے کئی دفعہ ایسا ہوا کہ کوئی بڑا افسر یا رئیس بڑے مرزا صاحب سے ملنے آتا تھا تو باتوں باتوں میں ان سے پوچھتا تھا کہ مرزا صاحب آپ کے بڑے لڑکے (یعنی غلام قادر) کے ساتھ تو ملاقات ہوتی رہتی ہے لیکن آپ کے چھوٹے بیٹے کو کبھی نہیں دیکھا وہ جواب دیتے تھے کہ ہاں میرا دوسرا لڑکا غلام قادر سے چھوٹا ہے تو سہی پر وہ الگ رہتا ہے...... پھر وہ کسی کو بھیج کر مرزا صاحب کو بلواتے تھے۔ چنانچہ آپ آنکھیں نیچی کئے ہوئے آتے اور والد صاحب کے پاس ذرا فاصلے پر بیٹھ جاتے اور یہ عادت تھی کہ بایاں ہاتھ اکثر منہ پر رکھ لیا کرتے تھے اور کچھ نہ بولتے اور نہ کسی کی طرف دیکھتے۔ بڑے مرزا صاحب فرماتے کہ اب تو آپ نے اس دلہن کو دیکھ لیا۔ بڑے مرزا صاحب کہا کرتے تھے کہ میرا یہ بیٹا تو مسیتڑ ہے نہ نوکری کرتا ہے نہ کماتا ہے اور پھر وہ ہنس کر کہتے چلو تمہیں کسی مسجد میں ملاں کروا دیتا ہوں دس من دانے تو گھر میں کھانے کو آجایا کریں گے۔ (تاریخ احمدیت جلد اول صفحہ 83-84)

سیالکوٹ میں ملازمت کے دوران آپ گھر سے باہر اپنے اوپر چادر لپیٹے رکھتے اور اتنا حصہ چہرہ کا کھلا رکھتے جس سے رستہ نظر آجائے۔ کام سے فارغ ہونے کے بعد آپ گھر تشریف لے جاتے اور کمرہ بند کر کے قرآن شریف کی تلاوت اور ذکر الٰہی میں مصروف ہو جاتے آپ کے اس طریق مبارک سے بعض متجسس طبیعتوں کو خیال پیدا ہوا کہ یہ ٹوہ لگانا چاہیئے کہ آپ کواڑ بند کر کے کیا کرتے ہیں؟ چنانچہ ایک دن سراغ رساں گروہ نے آپ کی خفیہ سازش کو بھانپ لیا یعنی انہوں نے بچشم خود دیکھا کہ آپ مصلّی پر رونق افروز ہیں۔ قرآن مجید ہاتھ میں ہے اور نہایت عاجزی اور رقت اور الحاح وزاری اور کرب وبلا سے دست بدعا ہیں کہ "یا اللہ تیرا کلام ہے تو ہی سمجھائے گا تو میں سمجھ سکتا ہوں۔" (تاریخ احمدیت جلد اوّل صفحہ 121-122)

اسی عرصہ ملازمت کے دوران علامہ اقبال کے استاد سید میر حسن صاحب حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ کے بارے میں بیان کرتے ہیں:-

"حضرت مرزا صاحب پہلے محلّہ کشمیریاں میں جو اس عاصی پر معاصی کے غریب خانہ کے بہت قریب ہے رہا کرتے تھے۔ کچہری سے جب تشریف لاتے تھے تو قرآن مجید کی تلاوت میں مصروف ہوتے تھے۔ بیٹھ کر، کھڑے ہو کر، ٹہلتے ہوئے تلاوت کرتے تھے اور زار زار رویا کرتے تھے۔ ایسی خشوع اور خضوع سے تلاوت کرتے تھے کہ اسکی نظیر نہیں ملتی۔" (حیات طیبہ صفحہ 25)

آپ سفر میں ہوتے یا حضر میں عدالت میں ہوتے یا اپنی رہائش گاہ پر یاد الٰہی سے آپ ایک لمحہ کے لئے بھی غافل نہیں رہتے تھے بلکہ زندگی کا ہر تغیر آپ کو خدا تعالیٰ کی طرف متوجہ کرنے کا باعث بنتا تھا۔ ڈلہوزی کے سفروں کے متعلق اپنے تاثرات بیان کرتے ہوئے کہا کرتے تھے کہ جب کبھی ڈلہوزی جانے کا مجھے اتفاق ہوتا تو پہاڑوں کے سبزہ زار حصوں اور بہتے ہوئے پانیوں کو دیکھ کر طبیعت میں بے اختیار اللہ کی حمد کا جوش پیدا ہوتا اور عبادت میں ایک مزہ آتا اور میں دیکھتا تھا کہ تنہائی کیلئے وہاں اچھا موقع ملتا ہے۔ (تاریخ احمدیت جلد اول صفحہ 106)

اسی کیفیت کو ایک دوسری جگہ یوں بیان فرماتے ہیں:-

چشم مست ہر حسیں، ہر دم دکھاتی ہے تجھے
ہاتھ ہے تیری طرف، ہر گیسوئے خمدار کا
چشمہ خورشید میں موجیں تیری مشہود ہیں
ہر ستارے میں تماشہ ہے تیری چمکار کا

آپ کو ہر چند کہ مقدمات سے طبعاً بیزاری تھی لیکن والد بزرگوار کی اطاعت میں ان کا حکم مانتے ہوئے بعض اوقات آپ کو مقدمات کی پیروی کے لئے عدالتوں اور کچہریوں میں جانا پڑتا۔ مقدمات خواہ کتنے ہی پیچیدہ اہم اور آپ کی ذات یا خاندان کے لئے دور رس نتائج کے حامل ہوتے آپ نماز کی ادائیگی کو ہر صورت میں مقدم رکھتے تھے۔ چنانچہ آپ کا ریکارڈ ہے کہ آپ نے مقدمات کے دوران کبھی کوئی نماز قضا نہیں ہونے دی۔ عین کچہری میں نماز کا وقت آتا تو اس کمال محویت اور ذوق و شوق سے مصروف نماز ہو جاتے کہ گویا آپ صرف نماز پڑھنے کیلئے آئے ہیں۔ کوئی اور کام آپ کے مد نظر نہیں۔ بسا اوقات ایسا ہوتا کہ آپ خدا کے حضور کھڑے عجز و نیاز کر رہے ہوتے اور مقدمہ میں طلبی ہو جاتی مگر آپ کے استغراق، توکل علی اللہ اور حضور قلب کا یہ عالم تھا کہ جب تک مولائے حقیقی کے آستانہ پر جی بھر کر الحاح وزوری نہ کر لیتے اس کے دربار سے واپسی کا خیال تک نہ لاتے چنانچہ خود فرماتے ہیں:-

"میں بٹالہ ایک مقدمہ کی پیروی کے لئے گیا نماز کا وقت ہو گیا اور میں نماز پڑھنے لگا۔ عدالت سے آواز آئی مگر میں نماز میں تھا۔ فریق ثانی پیش ہو گیا اور اس نے یکطرفہ کارروائی سے فائدہ اٹھانا چاہا اور بہت زور اس بات پر دیا مگر عدالت نے پرواہ نہ کی اور مقدمہ اس کے خلاف کر دیا اور مجھے ڈگری دے دی۔ میں جب نماز سے فارغ ہو کر گیا تو مجھے خیال تھا کہ شاید حاکم نے قانونی طور پر میری غیر حاضری کو دیکھا ہو مگر جب میں حاضر ہوا اور میں نے کہا کہ میں تو نماز پڑھ رہا تھا تو اس نے کہا کہ میں تو آپ کو ڈگری دے چکا ہوں۔ یہ تو ایک الٰہی نشان تھا جو آپ کے کمال درجہ انقطاع وابتہال کے نتیجہ میں نمودار ہوا۔

(تاریخ احمدیت جلد اول صفحہ 107)

آپ کے طریق عبادت کے متعلق چشم دید گواہ حضرت مرزا دین محمد صاحب آف لنگروال فرماتے ہیں کہ آپ مسجد میں فرض نماز ادا کرتے۔ سنتیں اور نوافل مکان پر ہی ادا کرتے تھے۔ عشاء کی نماز کے بعد آپ سو جاتے تھے اور نصف رات کے بعد آپ جاگ پڑتے اور نفل ادا کرتے اس کے بعد قرآن مجید پڑھنے کی غرض سے مٹی کا دیا آپ جلاتے تھے، تلاوت فجر کی اذان تک کرتے۔

(تاریخ احمدیت جلد اول صفحہ 171)

1875ء کے آخر میں جناب الٰہی سے آپ کو روزوں کے ایک عظیم مجاہدہ کا ارشاد ہوا چنانچہ اس کی تعمیل میں آپ نے آٹھ یا نو ماہ کے مسلسل روزے رکھے یہ انوار الٰہی کی بارش کے دن تھے جن میں آپ کو عالم روحانی کی سیر کرائی گئی۔ (تاریخ احمدیت جلد اول صفحہ 181-182)

آپ کا ہر لمحہ خدا کی یاد میں محو گزرتا اور آپ ہر وقت خدا کے وصال کی خواہش کرتے نظر آتے ہیں:-

اے سر وجان ودل وہر ذرہ ام قربان تو
بر دلم بکشاز رحمت ہر در عرفان تو
فلسفی کز عقل مے جوید ترا دیوانہ ہست
دور تراز خردہا آں رہ پنہان تو
عاشقان روئے خود در ہر دو عالم میدہی
ہر دو عالم ہیچ پیش دیدہ غلمان تو

(چشمہ مسیحی)

یعنی اے وہ کہ تجھ پر میرا دل سر اور میری جان اور میرا ہر ذرہ قربان ہے تو اپنے رحم و کرم سے میرے دل پر اپنے عرفان کا ہر رستہ کھول دے وہ فلسفی تو دراصل عقل سے کورا ہے جو تجھے عقل کے ذریعہ سے تلاش کرتا ہے کیونکہ تیرا پوشیدہ رستہ عقلوں سے دور اور نظروں سے مستور ہے یہ سب لوگ تیری مقدس بارگاہ سے بے خبر ہیں۔ تیرے دروازہ تک جب بھی کوئی شخص پہنچا ہے تو صرف تیرے احسان کے نتیجہ میں ہی پہنچا ہے۔ تو بے شک اپنے عاشقوں کو دونوں جہاں بخش دیتا ہے مگر تیرے غلاموں کی نظر میں دونوں جہانوں کی کیا حقیقت ہے؟ وہ تو صرف تیرے منہ کے بھوکے ہوتے ہیں۔

ان شعروں میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کس ناز سے فرماتے ہیں کہ اے خدا بے شک تو نے مجھے دونوں جہانوں کی نعمتیں دی ہیں مجھے اس سے کیا میں تو چاہتا ہوں کہ رب ارنی انظر الیک۔

(سیرت طیبہ حضرت مرزا بشیر احمد صاحب صفحہ 14-15)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا کوئی بھی وقت ذکر الٰہی سے خالی نہ تھا اکثر فرمایا کرتے تھے:-

"جو دم غافل سو دم کافر" علاوہ فرض نمازوں کو باجماعت ادا کرنے کے نماز تہجد نہایت سوز و گداز اور خشوع اور خضوع سے پڑھتے تھے اور پچھلی رات کا کافی حصہ اس میں گزارتے۔ آپ کو یہ پسند نہ تھا کہ فجر کی نماز سے ذرا پہلے اٹھ کر کچھ نفل پڑھ لیں بلکہ آپ کا طریقہ یہ تھا کہ رات کا پچھلا حصہ نہایت سوز و گداز سے نماز میں گذارا جائے۔ اشراق کی نماز بھی پڑھا کرتے تھے لیکن نماز تہجد نہایت التزام سے پڑھتے تھے اور ہر ایک نماز خواہ وہ دن کی ہو یا رات کی تعدیل ارکان کے ساتھ اور حضور قلب اور خشوع اور خضوع سے گزارنا آپ کی عادت تھی۔ مسجد میں آپ کی نماز نہایت متانت اور ادب کا پہلو لئے ہوئے ہوتی تھی۔ لوگوں کے سامنے نماز میں رونا اور منہ بسورنا آپ کی عادت نہ تھی۔ فرمایا کرتے تھے کہ دعا میں گریہ و زاری اور خشوع و خضوع کے لئے اس قدر تنہائی اور خلوت کی ضرورت ہوتی ہے اگر اس وقت اتفاقیہ کوئی شخص اس تخلیہ میں آجائے تو ایک مومن ویسی ہی شرمندگی محسوس کرتا ہے کہ جیسے شوہر اور بیوی کی ہم بستری کے وقت اگر کوئی انہیں دیکھ لے تو شرمندگی محسوس کرتے ہیں۔

(مجدد اعظم حصہ دوم صفحہ 1345-1346)

ایک دفعہ جبکہ حضور علیہ السلام کمرہ عدالت میں بہ سبب سماعت مقدمہ تشریف فرما تھے اور نماز ظہر کا وقت گزر گیا اور نماز عصر کا وقت بھی تنگ ہو گیا تب حضور نے عدالت سے نماز پڑھنے کی اجازت چاہی اور باہر آکر برآمدے میں ہی اکیلے ہر دو نمازیں جمع کر کے پڑھیں۔

(ذکر حبیب صفحہ 111)

حضرت مفتی محمد صادق صاحب ذکر حبیب میں تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا:-

"میں بچپن سے روزے رکھنے کا عادی ہوں ایک دفعہ بچپن میں روزہ رکھا بیمار ہو گیا مگر اس کے بعد 29 روزے پورے رکھے تکلیف نہیں ہوئی۔ تب میرے لئے خوشی کی عید تھی۔ روزے کی خاص برکات ہوتی ہیں جیسا کہ ہر میوے میں جدا ذائقہ ہوتا ہے ایسا ہی ہر وقت عبادت میں جدا لذت ہوتی ہے۔ (ذکر حبیب صفحہ 249)

حضرت شیخ یعقوب علی عرفانی بیان فرماتے ہیں کہ:-

"غفار (ملازم حضرت مسیح موعود علیہ السلام) کا کام اتنا ہی تھا کہ جب آپ مقدمات کے لئے سفر کرتے تو وہ ساتھ ہوتا اور لوٹا اور مصلّی اس کے پاس ہوتا۔ ان دنوں آپ کا معمول یہ تھا کہ رات کو بہت کم سوتے اور اکثر حصہ جاگتے اور رات بھر نہایت رقت آمیز لہجہ میں گنگناتے رہتے۔

(شمائل احمد صفحہ 44)

آپ کو عبادت الٰہی کی جو چاٹ بچپن میں لگی تھے اور جوانی میں جو زہد و عبادت پروان چڑھا وہ ذوق و شوق مرتے دم تک ساتھ رہا یہاں تک کہ مرض الموت میں جبکہ انتہائی نحیف و نزار ہو چکے تھے اور ضعف اور کمزوری بھی بہت تھی لیکن جب بھی ہوش آیا تو نماز کا پوچھا۔ حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب مرض الموت کی کیفیت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:-

...... صبح کی نماز کا وقت ہوا تو اس وقت جبکہ خاکسار بھی پاس کھڑا تھا نحیف آواز میں دریافت فرمایا کیا نماز کا وقت ہو گیا ہے۔ ایک خادم نے عرض کیا ہاں حضور ہو گیا ہے۔ اس پر آپ نے بستر کے ساتھ دونوں ہاتھ تیمّم کے رنگ میں چھو کر لیٹے لیٹے ہی نماز کی نیت باندھی مگر اسی دوران بے ہوشی کی حالت ہو گئی۔ جب ذرا ہوش آیا تو پھر پوچھا کیا نماز کا وقت ہو گیا ہے۔ عرض کیا گیا ہاں حضور ہو گیا ہے پھر دوبارہ نیت باندھی اور لیٹے لیٹے نماز ادا کی اس کے بعد نیم بیہوشی کی کیفیت طاری رہی مگر جب کبھی ہوش آتا تھا وہی الفاظ "اللہ میرے پیارے اللہ" سنائی دیتے تھے۔"

(حیات طیبہ صفحہ 355-356)

(بشکریہ ماہنامہ خالد ربوہ - مارچ 1993)

سر سے میرے پاؤں تک وہ یار مجھ میں ہے نہاں
اے مرے بدخواہ کرنا ہوش کر کے مجھ پہ وار

کیا کروں تعریف حُسن یار کی اور کیا لکھوں
اِک اَدا سے ہو گیا میں سَیلِ نفس دُوں سے پار

قوم کے لوگو! ادھر آؤ کہ نکلا آفتاب
وادیٔ ظلمت میں کیا بیٹھے ہو تم لیل و نہار

(کلام حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام)

شہید احمدیت

حضرت سید عبداللطیف صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ

رئیس اعظم علاقہ خوست

یہ مضمون محترم محمد الیاس صاحب منیر مربی سلسلہ کی اس تقریر پر مشتمل ہے جو کہ آپ نے جماعت احمدیہ جرمنی کے جلسہ سالانہ 1997ء کے موقع پر کی تھی۔ اس کا پہلا حصہ گذشتہ شمارہ میں شائع کیا جاچکا ہے اب دوسرا حصہ احباب کے ازدیاد علم وایمان کی خاطر پیش خدمت ہے۔ (مدیر)

یہ حج کا موسم تھا۔ آپ نے حج پر جانے کی خواہش کا امیر افغانستان سے اظہار کیا۔ بادشاہ نے بخوشی اجازت دے دی چنانچہ آپ آخر اکتوبر 1902ء میں لاہور پہنچے تو معلوم ہؤا کہ ہندوستان میں طاعون کی وبا پھوٹ پڑنے کی وجہ سے حکومت ترکیہ نے ہندوستان سے حج پر جانے والے زائرین پر پابندی لگادی ہے۔ حضرت صاحبزادہ صاحب نے یہ موقع غنیمت جانا اور قادیان جانے کا عزم کرلیا۔

چنانچہ جب آپ بٹالہ پہنچے تو وفور شوق میں یکّوں کے مہیا ہونے کے باوجود قادیان تک پیدل ہی تشریف لائے۔ جہاں پہنچ کر سیدنا حضرت حضرت مسیح موعودؑ سے ملاقات ہوئی اور پھر آپ ہی کے ہو رہے اور جتنا عرصہ آپ قادیان رہے ہر روز نماز باجماعت میں شامل ہونے کے لئے مسجد مبارک پہنچتے اور صف اول میں بیٹھتے، حضور ملفوظات ارشاد فرماتے تو کمال استغراق سے سنتے۔ حضور شام کو سیر کے لئے تشریف لے جاتے تو بھی ساتھ جاتے۔ ہر چند کہ آپ ایک مختصر سا عرصہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صحبت میں رہے مگر آپ کے ساتھ والہانہ عشق اور عقیدت میں اس قدر ترقی کر گئے کہ گویا آپ کے وجود میں اپنے وجود کو کھو دیا۔ اس کی تصدیق سیدنا مسیح موعود نے خود بھی کی، آپ فرماتے ہیں:-

کمال انشراح سے میرے دعویٰ مسیح موعود ہونے پر ایمان لے آئے اور جان نثاری کی شرط پر بیعت کی اور ایک ہی صحبت میں ایسے ہو گئے گویا سالہا سال سے میری صحبت میں تھے۔ (براہین احمدیہ حصہ 5 صفحہ 161)

بنگر ایں شوخی ازاں شیخ عجم
ایں بیاباں کرد طے از یک قدم

حضور مزید فرماتے ہیں "جب مجھ سے ان کی ملاقات ہوئی تو قسم اس خدا کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، میں نے ان کو اپنی پیروی اور دعویٰ کی تصدیق میں فنا شدہ پایا کہ جس سے بڑھ کر انسان کے لئے ممکن نہیں اور جیسا کہ ایک شیشہ عطر سے بھرا ہوا ہوتا ہے ایسا ہی میں نے ان کو اپنی محبت سے بھرا ہؤا پایا اور جیسے کہ ان کا چہرہ نورانی تھا، ایسا ان کا دل مجھے نورانی معلوم ہوتا تھا۔ اس بزرگ مرحوم کی نہایت قابل رشک یہ صفت تھی کہ در حقیقت وہ دین کو دنیا پر مقدم رکھتا تھا اور در حقیقت ان راست بازوں میں سے تھا جو خدا سے ڈر کر اپنے تقویٰ اور اطاعت الٰہی کو انتہا تک پہنچاتے ہیں اور خدا کے خوش کرنے اور اس کی رضا حاصل کرنے کے لئے اپنی جان اور عزت اور مال کو ایک ناکارہ خس و خاشاک کیطرح اپنے ہاتھ سے چھوڑ دینے کو تیار ہوتے ہیں۔ اس کی ایمانی قوت اس قدر بڑھی ہوئی تھی کہ اگر میں اس کو ایک بڑے سے بڑے پہاڑ سے تشبیہ دوں تو میں ڈرتا ہوں کہ میری تشبیہ ناقص نہ ہو۔ (تذکرۃ الشہادتین)

اپنے آقا کی صحبت سے فیض یاب ہونے کے بعد قادیان سے واپسی کی گھڑی آئی تو حضرت صاحبزادہ صاحب وارفتگی کے عالم میں بے اختیار اپنے آقا کے قدموں میں گر گئے مٹی میں آپ کا جسم لت پت ہو گیا اور آپ نے حضور اقدس کے پائے مبارک پکڑ لئے۔ حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا کہ میں آپ کے لئے دعا کروں گا اب اٹھیں، لیکن صاحبزادہ صاحب نے پاؤں پکڑے رکھے اور آنکھوں سے آنسوؤں کی جھڑی لگی ہوئی تھی۔ حضور نے فرمایا "صاحبزادہ صاحب! الامر فوق الادب میں آپ کو حکم دیتا ہوں کہ میرے پاؤں چھوڑ کر کھڑے ہو جائیں۔" چنانچہ اس پر آپ نے فوراً حضور علیہ السلام کے پاؤں چھوڑ دیئے اور حضورؑ نے آپ کو سینہ سے لگالیا اور دیر تک بغلگیر کئے رکھا۔

احباب کرام! حضرت سید عبداللطیف صاحب نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو قبول کیا تو اہل دنیا نے اپنے ہمیشہ کے طریق کے مطابق آپ کو بھی اپنی مخالفت کا نشانہ بنایا جس کی تفصیل کچھ یوں ہے:-

قادیان سے واپسی پر آپ بنوں میں چند دن قیام فرما کر اپنے گاؤں سیّدگاہ تشریف لے گئے جہاں آپ نے کھلے عام اپنی قبول احمدیت کا اعلان فرمادیا اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تعلیم کا عام تذکرہ شروع کر دیا۔ جس پر لوگوں نے آپ کو مشورہ دیا کہ آپ ایسی باتیں نہ کریں کیونکہ اس سے پہلے آپ کے شاگرد مولوی عبدالرحمٰن صاحب کو صرف اسی بات پر شہید کر دیا گیا تھا مگر آپ ان باتوں سے ذرہ بھر خوفزدہ نہ ہوئے بلکہ باوجود ایسا نازک وقت ہونے کے آپ نے بادشاہ افغانستان اور اس کے درباریوں کو پانچ خطوط لکھے۔ جن میں اپنے تمام تر حالات پوری سچائی اور وضاحت کے ساتھ لکھ دیئے۔ جس پر مولویوں نے آپ کے خلاف ایک فتنہ کھڑا کر دیا جس کے نتیجہ میں آپ کو گرفتار کر کے کابل پہنچا دیا گیا جہاں امیر کابل نے آپ کے تمام تر مقام و مرتبہ کو بھول کر محض ایک مامور من اللہ سے بغض کی وجہ سے آپ کے ساتھ بدتمیزی اور تحقیر سے پیش آیا۔ اس نے اپنے محل کے قریب ایک عقوبت خانہ میں آپ کو قید کرنے کا حکم جاری کیا اور اس کے ساتھ ہی 50 برس کی عمر تک تنعم اور آرام کی زندگی بسر کرنے والے صاحبزادہ صاحب کو ایک من چوبیس سیر وزنی زنجیر غراغراب اور آٹھ سیر وزنی بیڑیاں لگادینے کی ھدایت بھی جاری کر دی۔

اس اذیت ناک حالت میں 4 ماہ تک آپ کو قید رکھا مگر ناز و نعم میں پلے ہوئے اس شہزادہ نے ایک لمحہ کے لئے بھی تکلیف کا اظہار نہ کیا بلکہ آپ کے پائے ثبات اور ایمان میں دن بدن اضافہ ہی ہوتا چلا گیا۔ آپ کو امیر نے اس دوران متعدد مرتبہ بلوا کر اپنے عقائد سے تائب ہونے کو کہا اس کا خیال ہو گا ناز نعم کا پروردہ ایسا انسان اس سخت تکلیف دہ قید میں کہاں صبر کر سکے گا۔ مگر اس قوی الایمان بزرگ نے اذیتوں کی کچھ بھی پرواہ نہ کی اور ہر مرتبہ اس کے مطالبہ کو جوتی کی نوک پر بھی نہ رکھا۔ اس غیر متزلزل ایمانی کیفیت کا ذکر سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے الفاظ میں ملاحظہ فرمائیں۔ آپ نے فرمایا:

"اس عرصہ میں کئی دفعہ ان کو امیر کی طرف سے فہمائش ہوئی کہ اگر تم اس سے توبہ کرو کہ قادیانی در حقیقت مسیح موعود ہے تو تمہیں رہائی دی جائے گی مگر ہر ایک مرتبہ انہوں نے یہی جواب دیا کہ میں صاحب علم ہوں اور حق و باطل کی شناخت کرنے کی خدا تعالیٰ نے مجھے قوت عطا کی ہے۔ میں نے پوری تحقیق سے معلوم کر لیا ہے کہ یہ شخص در حقیقت مسیح موعود ہے۔ اگرچہ میں جانتا ہوں کہ میرے اس پہلو کے اختیار کرنے میں جان کی خیر نہیں اور میرے اہل و عیال کی بربادی ہے مگر میں اس وقت اپنے ایمان کو اپنی جان اور ہر ایک دنیوی راحت پر مقدم سمجھتا ہوں۔" (تذکرۃ الشہادتین صفحہ 51)

جب امیر کی ان تمام امیدوں پر پانی پھر گیا کہ حضرت صاحبزادہ صاحب قید و بند کی ان صعوبتوں سے گھبرا کر ضرور اپنے عقائد سے رجوع فرما کر معافی کے خواستگار ہوں گے تو امیر نے آپ کو اپنے روبرو بلا کر اپنی عام کچہری میں توبہ کیلئے فرمائش کی اور عقائد سے توبہ کی رغبت دلائی۔ مگر اس کوہِ استقامت نے اس موقع پر بھی امیر کو سخت مایوس کیا۔ آپ نے بڑے جلال سے فرمایا:-

یہ تو غیر ممکن ہے کہ میں سچائی سے توبہ کروں۔ اس دنیا کے حکام کا عذاب تو موت تک ختم ہو جاتا ہے لیکن میں اس سے ڈرتا ہوں جس کا عذاب کبھی ختم نہیں ہو سکتا۔ اس کے ساتھ ہی آپ نے دعوت مناظرہ دیتے ہوئے فرمایا "چونکہ میں سچ پر ہوں اس لئے چاہتا ہوں کہ ان مولویوں سے جو میرے عقیدہ کے مخالف ہیں، میری بحث کرائی جائے۔ اگر دلائل کی رو سے جھوٹا نکلا تو مجھے سزا دی جائے۔"

امیر نے اس بات سے اتفاق کرتے ہوئے علماء افغانستان کے سرکردہ نمائندوں کو بلایا اور شہید مرحوم کے ساتھ تحریری مباحثہ کا انتظام کرایا۔ مباحثہ سات بجے صبح سے تین بجے سہ پہر تک جاری رہا۔ جس میں آٹھ برہنہ تلواروں سے مسلح سپاہیوں کے سایہ تلے صاحبزادہ صاحب اپنے دلائل دیتے رہے اور جب عصر کا آخری وقت ہؤا تو مولویوں نے کفر کا فتویٰ لگایا۔ چونکہ یہ مباحثہ تحریری تھا اس لئے عوام کو دلائل اور مباحث کا علم نہ ہو سکا اور نہ ہی امیر کی خدمت میں جب فتویٰ بھیجا گیا تو اس کے ساتھ مباحثہ کے کاغذات بھیجے گئے اور امیر نے بھی اس فتویٰ پر ہی اپنا فیصلہ دے دیا۔

اس ظالمانہ کارروائی کے بعد 14 جولائی 1903ء بعد دوپہر امیر افغانستان کے اتالیق، افغانستان کی عظیم روحانی شخصیت، ریاست خوست کے رئیس اعظم اور سب سے بڑھ کر امام آخر الزمان کے عاشق صادق حضرت صاحبزادہ عبداللطیف صاحب کے ناک میں چھید کر کے نکیل ڈالی گئی اور کابل کے ایک کھلے میدان میں لے جا کر ہزاروں لوگوں کی موجودگی میں پتھر مار مار کر شہید کر دیا گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

بس کہ ایں عبداللطیف پاک مرد
چوں پئے حق خویشتن برباد کرد
جاں بصدق آں دلستاں را دادہ است
تاکنوں در سنگہا افتادہ است
ایں بود رسم و رہ صدق و وفا
ایں بود مردان حق را انتہا

احباب کرام! یہ تو تھی دردناک روداد حضرت سید عبداللطیف صاحب کے واقعہ شہادت کی۔ اس شہادت کے ساتھ ایک معصوم انسان کی زندگی ختم کر دی گئی جس کا نتیجہ یہ ہؤا کہ اس ظلم کی پاداش کا سلسلہ اسی لمحہ شروع ہو گیا کیونکہ شہیدان امت کا خون کبھی ضائع نہیں کیا گیا ہے، جو اب ضائع جاتا۔ اس سے پہلے ایک معصوم مولوی عبدالرحمٰن صاحب کو بھی ان لوگوں نے ظلم سے مارا تھا اور خدا تعالیٰ چپ رہا تھا مگر اب کے چپ نہیں رہا اور ضرور تھا کہ اس ظلم کا پھل یہ قوم چکھتی اور خدا جانے کب تک اسے خدائے ذوالجلال کے انتقام کا نشانہ بننا پڑے گا۔

خوں تو نادانوں نے کر ڈالا مگر سوچا بھی تھا
خون کے دھبے دھلیں گے کتنی برساتوں کے بعد

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس واقعہ کی تفصیل سن کر اس ظلم کے خوفناک عواقب سے اس ظلم کے ڈھانے والوں کو اسی وقت انتباہ کیا تھا کہ

"اے کابل کی سرزمین! تو گواہ رہ کہ تیرے پر سخت جرم کا ارتکاب کیا گیا۔ اے بدقسمت زمین تو خدا کی نظر میں گر گئی کہ تو اس ظلم عظیم کی جگہ ہے"

احباب کرام! دنیا میں فسادات ہوتے رہتے ہیں، جنگیں تباہی مچاتی رہتی ہیں، وبائیں پھوٹتی رہتی ہیں، لوگ مرتے رہتے ہیں۔ ایسے واقعات اور حالات تو اب زندگی کا معمول بن چکے ہیں۔ ایسے حالات پیدا ہوتے ہیں اور کچھ عرصہ کے بعد خوشگوار تبدیلی بھی آجاتی ہے اور امن و سکون اور ترقی و خوشحالی کا دور بھی آجاتا ہے۔ مگر تاریخ کا تفصیلی مطالعہ کریں تو کرہ ارض پر یہی افغانستان کا ایک خطہ نظر آتا ہے جو دس، بیس، تیس یا چالیس نہیں بلکہ گذشتہ 95 سال سے مسلسل معاشی و معاشرتی بدحالی بلکہ تباہی و بربادی کے عمل سے گزر رہا ہے۔

یہاں اس واقعہ شہادت کے فوراً بعد 1903ء میں ہیضہ کی وباء پھوٹی تھی اور اس کے بعد پھر وہاں امن ہو سکا اور نہ خوشحالی آسکی۔ وہاں آئے دن حکومتوں کو تاخت و تاراج کیا جانے لگا، حکمران تہ تیغ کر دیئے جانے لگے لوگوں کے تحفظ کی کوئی ضمانت باقی نہ رہی۔ بین الاقوامی جرائم کی آماجگاہ وہ خطہ بن گیا۔ اور کم از کم جب سے خاکسار نے ہوش سنبھالا ہے کسی بادشاہ کو سکون سے بادشاہت کرتے نہیں دیکھا، کسی حاکم وقت کو عزت کے ساتھ حکومت سے رخصت ہوتے نہیں دیکھا۔

گذشتہ 95 سال کے دوران اب تک بیسیوں حکومتوں کے تختے الٹائے جاچکے ہیں، جہاں سینکڑوں ہزاروں ارباب اختیار کا خون ندی نالوں میں بہ چکا ہے۔ جہاں لاکھوں انسان مختلف آفتوں کا شکار ہو کر لقمہ اجل بن چکے ہیں۔ وہاں سے کبھی خبر آتی ہے کہ ارض کابل خون میں نہا گئی، تو کبھی خبر آتی ہے کہ جنگ کی آگ پورے ملک میں پھیل گئی ہے، کبھی جلال آباد میں تباہی کے وحشت پھیلانے کی خبریں آتی ہیں تو کبھی قندھار میں انسانوں کے پرنچے اڑ رہے ہوتے ہیں۔ غرضیکہ وہ سرزمین جو قدرتی حسن کی دولت سے مالا مال ہے خوں رنگ وادیوں میں پرنچے اڑ رہے ہوتے ہیں۔ غرضیکہ وہ سرزمین جو قدرتی حسن کی دولت سے مالا مال ہے خوں رنگ وادیوں میں تبدیل ہو چکی ہے۔

ایک دن ایک حکمران تخت حکومت پر بیٹھا ہے تو دوسرے دن اسے ذلیل و رسوا کر کے ایک نئے شخص کو تاج حکمرانی پہنایا جاتا ہے۔ پھر ایک روز خبر آجاتی ہے کہ اس ملک پر ہمسایہ میں بسنے والی ایک سپر پاور نے فوج کشی کر دی ہے اور نئے سرے سے قتل و غارت شروع ہو گیا ہے تا نئے نظام کو پوری طاقت کے ساتھ اس پر مسلط کیا جاسکے اور اس کے نتیجہ میں یہاں کے باشندوں ہی پر یہ زمین حرام ہو جاتی ہے اور وہ اس کے باشندہ ہوتے ہوئے

باقی صفحہ ۴ پر

تبلیغی سٹالز کے ذریعہ مختلف جماعتوں کی قابل تقلید کارکردگی

ہزاروں افراد تک پیغام حق پہنچایا گیا

جماعت احمدیہ اللہ کے فضل سے مختلف ذرائع سے دعوت الی اللہ کی کوشش کرتی ہے تاکہ زیادہ سے زیادہ لوگوں تک پیغام حق پہنچایا جاسکے۔ ان میں ایک ذریعہ مختلف مقامات اور تقاریب میں سٹال لگا کر اسلامی تعلیمات سے متعارف کرانا ہے چنانچہ گذشتہ عرصہ میں بعض جماعتوں کو اس ذریعہ سے بھی دعوت الی اللہ کی سعادت ملی۔ جن کی مختصر رپورٹ حسب ذیل ہے۔

☆ جماعت احمدیہ Bietingheim کو ایک ملٹی کلچرل پروگرام میں روحانی اور جسمانی مائدہ پر مشتمل سٹال لگانے کی توفیق ملی جس میں مختلف قسم کے پاکستانی کھانوں کے ساتھ ساتھ نہایت حکمت عملی سے احمدیت یعنی حقیقی اسلام سے متعارف کروایا گیا اس موقع پر بچوں نے ترانے بھی پیش کئے جو لوگوں کی توجہ کھینچنے کا موجب بنے اسی طرح لاؤڈ سپیکر کے ذریعہ احمدیت کے ساتھ ساتھ پاکستان کا تعارف بھی پیش کیا گیا۔ سٹال کو خوبصورت بینروں اور پاکستانی جھنڈے کے ساتھ سجایا گیا تھا جن میں جماعت احمدیہ کا معروف بینر (Liebe für alle hass für keinen) خاص طور پر آویزاں کیا گیا تھا۔ مقامی لجنہ نے بھی خدا کے فضل سے باپردہ رہ کر اس پروگرام میں اہم کردار ادا کیا۔ اللہ اس کوشش کے دور رس نتائج ظاہر فرمائے اور تمام کارکنان کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

جماعت احمدیہ Stuttgart-Ost / West دونوں نے مل کر اسائلم کے ایک ادارہ Ak Asyl کی طرف سے منائے جانے والے ایک خاص دن کے موقع پر ایک سٹال لگایا جس میں چند ایک خوش ذائقہ اور چٹ پٹی پاکستانی اشیائے خورونوش سے مہمانوں کی تواضع کی گئی اسی طرح اسلام احمدیت کی تعلیم سے متعارف کروانے کے لئے کتابیں بھی رکھی گئیں جن سے بعض افراد نے استفادہ کیا اسی طرح سٹال پر تشریف لانے والوں کو پاکستان میں جماعت احمدیہ کے ساتھ روا رکھے جانے والے سلوک کی تفصیلات سے بھی آگاہ کیا گیا۔ ایک احمدی بچی نے اس موضوع پر ایک مختصر تقریر بھی کی اور لجنہ کے ایک گروپ نے موقع پر موجود پریس کے نمائندوں کو بھی سٹال کا مقصد اور جماعت احمدیہ کا مختصر تعارف کروایا۔ نیز خاص طور پر قابل ذکر بات یہ ہے کہ اسی تقریب میں بارہ دیگر اقوام نے بھی سٹال لگائے اور انہیں بھی جماعت احمدیہ کے تعارف پر مشتمل لٹریچر فراہم کیا گیا۔ اس سٹال کے نتیجے میں حاصل ہونے والی رقم متعلقہ ادارہ AK.A yl کو بطور عطیہ پیش کردی گئی جس پر انتظامیہ نے بہت ہی خوشی کا اظہار کیا اس طرح ہزاروں افراد تک پیغام اسلام پہنچانے کا موقع میسر آیا۔ (فالحمد للہ علیٰ ذلک)

☆ اسی طرح جماعت احمدیہ Renningen کو بھی اسی قسم کا ایک سٹال لگانے کی سعادت ملی جس میں جماعت کے افراد نے بڑی محنت اور خلوص کے ساتھ اس کو کامیاب بنانے میں حصہ لیا۔ بے شمار لوگوں نے لذیذ اور مزیدار پاکستانی کھانوں سے حظ اٹھایا اور اس کے ساتھ ساتھ روحانی مائدہ سے بھی اپنی اپنی استطاعت کے مطابق استفادہ کیا اس موقع پر وصول ہونے والی رقم بھی علاقہ کے میئر (Bürgermeister) کو پیش کی گئی جس کی خبر تصویر کے ساتھ مقامی اخبار نے شائع کی۔ اللہ اس کے بہترین ثمرات سے نوازے اور جملہ کارکنان کو جزاء عطا فرمائے۔ (رپورٹ:- نمائندہ اخبار احمدیہ ورٹم برگ)

جماعت فریڈ برگ ویسٹ نے رپورٹ بھجوائی ہے جس میں انہوں نے اپنے سٹال کا ذکر کیا جو کہ کافی مشکلات کے بعد مقامی انتظامیہ سے منظوری ملنے پر لگایا گیا خدا کے فضل سے یہ سٹال دو دن لگایا گیا جس میں پاکستانی کھانوں کے ساتھ ساتھ اسلام احمدیت سے متعلق لٹریچر بھی رکھا گیا تھا۔ بڑی کثیر تعداد میں لوگوں نے سٹال پر آکر روحانی اور جسمانی مائدہ سے استفادہ کیا۔ چھ خدام نے بڑی محنت سے مختلف کھانے تیار کئے جن میں میٹھی، نمکین اور چٹ پٹی ہر قسم کی اشیاء تھیں سٹال کو خوبصورت بینرز اور معلومات پر مشتمل مختلف چارٹس کے ذریعہ سجایا گیا تھا اسی طرح مختلف زبانوں میں تراجم کے ساتھ قرآن کریم بھی پیش کیا گیا۔

کم و بیش ساڑھے تین صد کی تعداد میں مختلف موضوعات پر کتب تقسیم کی گئیں۔ سٹال پر آنے والے افراد نے اسلام و احمدیت سے متعلق مختلف سوالات بھی کئے جن کے جوابات بڑی بے تکلفی سے دیئے گئے۔ اس موقع پر جماعت کے چھوٹے بڑے، خواتین و احباب سب نے بڑی دلجمعی سے کام کیا اور سٹال کو کامیاب بنانے کی سعی کی خاص طور پر بچوں کو ڈیوٹی پر دیکھ کر بعض افراد نے بہت خوشی کا اظہار کیا اور جماعت کے ساتھ ان کے لگاؤ کی تعریف کی۔ اللہ تعالیٰ ہماری نئی نسل کو بھی اسلام کی حسین تعلیم سے آراستہ فرماتے ہوئے نیک نمونہ پیش کرنے کی توفیق عطا فرماتا رہے۔ (آمین)

(رپورٹ:- صدر جماعت Friedberg-West)

بقیہ:- جرمن نشستوں کا انعقاد

☆ جماعت احمدیہ کوبلنس سٹی نے بھی ایک جرمن نشست کا انعقاد کیا اور یہ نشست ایک خاص انفرادیت کی حامل تھی کیونکہ دو ماہ قبل ہونے والی کامیاب نشست کے بعد مقامی کارکنان کی حوصلہ افزائی ہوئی اور انہوں نے ماہ فروری میں بھی گذشتہ مقام یعنی علاقہ کے ایک معروف ہوٹل میں انتظامیہ سے اس شرط پر ہال کرایہ پر لیا کہ مشروبات اور کافی کی خرید ہوٹل سے کی جائے گی تاہم کھانے کے لئے مہمانوں کی خدمت میں پاکستانی کھانے پیش کئے جائیں گے۔ اس نشست کی ایک خصوصیت یہ بھی تھی کہ اس میں مرکز کی طرف سے امیر جماعتہائے احمدیہ جرمنی نے بذات خود تشریف لاکر صدارت فرمائی۔ قرآن کریم کی سورۃ الصّف کی آخری آیت کی تلاوت اور ترجمہ کے بعد تین چھوٹی بچیوں نے جرمن زبان میں ایک نظم ترنم سے پڑھی جس پر حاضرین نے بہت داد دی۔ اس کے بعد جرمن بحریہ کے ایک سابق کپتان جو کہ گذشتہ مجلس میں بھی شامل ہوئے تھے تقریر کرنے کی خواہش کا اظہار کیا تھا محترم امیر صاحب کی اجازت سے ایک تقریر کی جس میں انہوں نے بعض انبیاء اور مذاہب کی تاریخ بیان کرنے کے علاوہ ارکان اسلام اور ان کی حکمت سے متعلق اپنا نقطہ نظر بیاں کیا اور حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو امن کا پیامبر قرار دیتے ہوئے اس بات کا بھی برملا اظہار کیا کہ موجودہ دور میں جماعت احمدیہ اسلام کی حقیقی اور پرامن نمائندہ جماعت ہے۔ واضح رہے کہ موصوف MTA پر امام جماعت احمدیہ حضرت مرزا طاہر احمد خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے بابرکت وجود کو دیکھنے کے بعد حضور انور سے عقیدت و احترام کا تعلق رکھتے ہیں اور ان کی خواہش پر حضور انور نے آئندہ دورہ جرمنی میں ان سے ملاقات بھی منظور فرمائی ہے اللہ تعالیٰ انہیں حقیقی طور پر نور احمدیت اور خلافت حقہ اسلامیہ سے وابستہ رہنے کی توفیق عطا فرمائے۔

اس کے بعد محترم امیر صاحب جرمنی نے جماعت احمدیہ کا تعارف کرواتے ہوئے حاضرین کو بتایا کہ واقعتہً اس زمانہ میں جماعت احمدیہ ہی اسلام کی حقیقی تصویر پیش کرتی ہے اور اس کی حقیقی تعلیم پر عمل کرنے والی یہ واحد جماعت ہے جو کہ پرامن اور دنیا کی سیاستوں سے پاک جماعت ہے

محترم امیر صاحب کی تقریر کے دوران بعض افراد کچھ نکات بھی تحریر کرتے رہے دو بچیوں کی طرف سے پیش کی جانے والی جرمن نظم کے بعد امیر صاحب نے حاضرین کو سوالات کی دعوت دی جس پر سوال و جواب کا دلچسپ سلسلہ جاری ہؤا اور حاضرین بڑے مہذب رنگ میں سوالات کرتے رہے اور محترم امیر صاحب بھی بڑے احسن رنگ اور مدلل انداز میں جواب دیتے رہے یہ سلسلہ اس قدر دلچسپ تھا کہ حاضرین بہت ہی انہاک سے باتیں سنتے رہے اور ڈھائی گھنٹے کا وقت پلک جھپکتے میں گذرتا ہؤا محسوس ہؤا اور اکثر حاضرین نے دوبارہ اس قسم کے پروگرام منعقد کرنے کا مطالبہ کیا جس پر امیر صاحب نے خوشی اور استعجاب کے رنگ میں کہا کہ ان کی توقع سے بڑھ کر یہ مجلس انتہائی کامیاب رہی۔ پروگرام کے اختتام پر حاضرین کی پاکستانی کھانوں سے تواضع کی گئی جو کہ بہت پسند کی گئی۔

جیسا کہ گذشتہ رپورٹ میں بھی ذکر تھا اور اس مرتبہ بھی یہ ذکر احباب اور خاص طور پر احمدی خواتین کے لئے یقیناً باعث مسرت ہوگا کہ اس نشست میں حاضرین کی ایک کافی تعداد یعنی 41 میں سے 30 مہمانوں کو شامل کرنے کا سہرا مقامی لجنہ کی سیکرٹری تبلیغ محترمہ اہلیہ منور احمد صاحب خالد کے سر ہے جنہوں نے انتہائی محنت کے ساتھ انفرادی کوشش کی، اللہ تعالیٰ انہیں اس کی جزا دے۔ ان میں سات اساتذات بھی تھیں جن میں سے دو نے پاکستانی لباس پہن کر آنے کی خواہش ظاہر کی تھی چنانچہ وہ دونوں حسب وعدہ پاکستانی کڑہائی شدہ سوٹ اور سندھی اجرک میں ملبوس ہو کر آئیں اللہ تعالیٰ انہیں حقیقی لباس التقویٰ عطا فرمائے۔

اس نشست میں محترم ریجنل امیر صاحب کی کوشش کا ذکر بھی ضروری ہے جنہوں نے لٹریچر کی فراہمی، بینرز کی شاندار تنصیب اور پروگرام کے حسن انتظام کے سلسلہ میں مقامی جماعت کی بہت مدد کی اللہ تعالیٰ انہیں بھی اور تمام کارکنان کو اپنی جناب سے اجر عظیم عطا فرمائے اور مزید کامیاب پروگرام منعقد کرنے کی توفیق عطا فرماتا رہے۔ آمین (رپورٹ صدر جماعت احمدیہ، کوبلنس سٹی)

بقیہ:- شہید احمدیت

بھی دنیا کے مختلف ممالک میں پناہ لینے پر مجبور ہو جاتے ہیں اپنے وطن سے محرومی ان لوگوں میں جذبہ انتقام ابھارتی ہے اور وہ بیرونی طاقتوں کے خلاف اٹھ کھڑے ہوتے ہیں۔ چنانچہ صرف اس فوج کشی کے بعد 50 لاکھ افراد بے گھر ہوئے اور 15 لاکھ افراد اپنی جان سے ہاتھ دھو بیٹھے اتنی بڑی تباہی اور انسانی جانوں کے نقصان کی شاید ہی دنیا کے کسی دوسرے خطے میں مثال مل سکے اور یہ اعداد و شمار تو ایک محدود مدت کے ہیں وگرنہ قتل و غارت گری کا بازار تو اب تک جاری ہے۔

پنپ رہی ہیں مکافات ظلم کی فصلیں
زمین میں خون ہے کس بے گنہ کا بویا ہؤا

احباب کرام! اہل افغانستان نے ایک معصوم اور بے گناہ کا خون کیا اور امام آخر الزمان کے قلم سے نکلے ہوئے ایک انذار کے مطابق لمبے عرصہ سے اس ظلم کی پاداش میں خدا کی نظر میں گری چلی آرہی ہے اب قابل فکر بات یہ ہے کہ کیا ان کا کیا ہؤا خون کبھی معاف بھی ہو سکتا ہے؟ کیا یہ قوم خدا کی نظروں میں دوبارہ مقبولیت کا مقام بھی حاصل کر سکتی ہے؟ کیا اس کی یہ سزا ختم بھی ہو سکتی ہے؟ ہاں ہاں! بالکل ہو سکتی ہے بلکہ اس کا ذکر شہید احمدیت سید عبداللطیف صاحب کے ہی بیان میں موجود ہے اور سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے گواہی دی ہے کہ جب وہ وطن کی طرف روانہ ہوئے تو بار بار کہتے تھے کہ

"کابل کی زمین اپنی اصلاح کے لئے
میرے خون کی محتاج ہے"

پس حضرت صاحبزادہ صاحب کا خون اس زمین کو پلایا جاچکا ہے اس کے عواقب کا سامنا بھی یہ قوم کر چکی ہے اب وقت ہے کہ اس پاک اور معصوم خون کے صدقہ اس کی اصلاح کا عمل بھی شروع ہو۔ اس لئے افغان قوم کو بہر حال اپنے اس گناہ سے توبہ کرنی ہو گی۔ اس کے لئے اپنے رب سے مغفرت طلب کرنی ہو گی تب اس قوم کی تقدیر پھر سے مثبت سمت میں تبدیل ہونے لگے گی اور یہ پھر دنیا کی باوقار قوموں کی صف میں آکھڑی ہو گی اور سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اس پیشگوئی کا بھی مصداق ٹھہرے گی۔ حضور اقدس فرماتے ہیں:-

"اے تمام لوگو! سن رکھو کہ یہ اس کی پیشگوئی ہے جس نے زمین و آسمان بنایا اور اپنی جماعت کو تمام ملکوں میں پھیلادے گا اور حجت اور برہان کے رو سے سب پر ان کو غلبہ بخشے گا۔ وہ دن آتے ہیں بلکہ قریب ہیں کہ دنیا میں صرف یہی ایک مذہب ہو گا، جو عزت کے ساتھ یاد کیا جائے گا۔ خدا اس مذہب اور اس سلسلہ میں نہایت درجہ اور فوق العادت برکت ڈالے گا اور ہر ایک کو جو اس کے معدوم کرنے کا فکر رکھتا ہے نامراد رکھے گا اور یہ غلبہ ہمیشہ رہے گا یہاں تک کہ قیامت آجائیگی۔

(تذکرۃ الشہادتین صفحہ 65)

(وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین)

÷÷÷÷÷÷÷÷÷÷÷÷÷÷÷÷÷÷÷÷

جماعت احمدیہ جرمنی کی 17 ویں سالانہ مجلس شوریٰ انشاء اللہ العزیز مؤرخہ 1، 2، 3 مئی 1998 بروز جمعہ، ہفتہ، اتوار بیت الرشید ہمبرگ میں منعقد ہوگی۔ ممبران مجلس شوریٰ کی اطلاع کے لئے عرض ہے کہ امسال مجلس شوریٰ پر امیر ملک، نیشنل اراکین مجلس عاملہ کا انتخاب بھی ہوگا۔ یہ انتخاب یکم جولائی 1998ء سے 30 جون 2000ء تک کے لئے ہوگا۔ (انشاء اللہ)

ماہنامہ
اخبار احمدیہ جرمنی
انصار اللہ جرمنی کا ترجمان
ایڈیٹر:- صادق محمد طاہر
جلد نمبر4 ماہ 1377 ہجری شمسی مطابق مارچ 1997ء شمارہ نمبر 3-A

☆ خصوصی شمارہ -- ہفتہ مسیح موعود 23 تا 29 مارچ 1998ء ☆

شمارہ ھذا سے متعلق ضروری وضاحت

23 مارچ 1889 کا دن جماعت احمدیہ کی تاریخ میں ایک بنیادی اہمیت رکھتا ہے۔ چنانچہ اس سلسلہ میں مختلف جماعتوں میں تقاریب منعقد کرکے شایان شان طریق پر یہ دن منایا جاتا ہے اور اسی اہمیت کو مدنظر رکھتے ہوئے جماعت احمدیہ جرمنی نے گذشتہ سال مجلس شوریٰ کے موقع پر یہ تجویز سفارش کے ساتھ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی خدمت میں پیش کی تھی کہ ایک دن کی بجائے ہفتہ مسیح موعودؑ منانے کی اجازت مرحمت فرمائی جائے تاکہ مختلف تقاریب کا انعقاد کرکے جہاں نئی نسل کو اپنی تاریخ سے آگاہی ہو وہاں دیگر اقوام میں بھی زیادہ سے زیادہ افراد تک پیغام حق پہنچایا جاسکے۔

چنانچہ حضور انور نے ازراہ شفقت یہ تجویز منظور فرمائی اور اب 23 تا 29 مارچ 1998 کو جرمنی بھر میں ہفتہ مسیح موعود منایا جارہا ہے جس کے پیش نظر ادارہ اخبار احمدیہ یہ خاص نمبر شائع کرنے کی سعادت حاصل کررہا ہے۔ اس دعا کے ساتھ کہ اللہ تعالیٰ احباب کے علم و عرفان کے ساتھ ساتھ ایمان و ایقان میں بھی ترقیات کا موجب بنائے۔ آمین۔

سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود ومہدی معہود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے روح پرور ارشادات

میں وہی ہوں جو وقت پر اصلاح خلق کے لئے بھیجا گیا تا دین کو تازہ طور پر دلوں میں قائم کردیا جائے

یہ سلسلۂ بیعت محض بمراد فراہمی طائفہ متقین یعنی تقویٰ شعار لوگوں کی جماعت کے جمع کرنے کے لئے ہے

"اگر تم ایماندار ہو تو شکر کرو اور شکر کے سجدات بجا لاؤ کہ وہ زمانہ جس کا انتظار کرتے کرتے تمہارے بزرگ آباء گزر گئے اور بے شمار روحیں اس کے شوق میں سفر کر گئیں وہ وقت تم نے پالیا۔ اب اس کی قدر کرنا یا نہ کرنا اور اس سے فائدہ اٹھانا یا نہ اٹھانا تمہارے ہاتھ میں ہے۔ میں اس کو بار بار بیان کروں گا اور اس کے اظہار سے میں رک نہیں سکتا کہ میں وہی ہوں جو وقت پر اصلاح خلق کے لئے بھیجا گیا تا دین کو تازہ طور پر دلوں میں قائم کردیا جائے۔ میں اسی طرح بھیجا گیا ہوں جس طرح سے وہ شخص بعد کلیم اللہ مرد خدا کے بھیجا گیا تھا جس کی روح ہیروڈیس کے عہدِ حکومت میں بہت تکلیفوں کے بعد آسمان کی طرف اٹھائی گئی...... دنیا میں ایک نذیر آیا پر دنیا نے اس کو قبول نہ کیا لیکن خدا اُسے قبول کرے گا اور بڑے زور آور حملوں سے اس کی سچائی ظاہر کردے گا۔ یہ انسان کی بات نہیں خدا تعالیٰ کا الہام اور ربّ جلیل کا کلام ہے اور میں یقین رکھتا ہوں کہ ان حملوں کے دن نزدیک ہیں مگر یہ حملے تیغ و تبر سے نہ ہوں گے اور تلواروں اور بندوقوں کی حاجت نہیں پڑے گی بلکہ روحانی اسلحہ کے ساتھ خدا تعالیٰ کی مدد اُترے گی۔" (فتح اسلام)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:-

"یہ سلسلۂ بیعت محض بمراد فراہمی طائفہ متقین یعنی تقویٰ شعار لوگوں کی جماعت کے جمع کرنے کے لئے ہے۔ تا ایسے متقیوں کا ایک بھاری گروہ دنیا پر اپنا ایک نیک اثر ڈالے اور ان کا اتفاق اسلام کے لئے برکت و عظمت و نتائج خیر کا موجب ہو اور وہ ببرکت کلمہ وحدہ پر متفق ہونے کے اسلام کی پاک اور مقدس خدمات میں جلد کام آسکیں اور ایک کاہل اور بخیل اور بے مصرف مسلمان نہ ہوں اور نہ نالائق لوگوں کی طرح جنہوں نے اپنے تفرقہ اور انصافی کی وجہ سے اسلام کو سخت نقصان پہنچایا ہے اور اس کے خوبصورت چہرہ کو اپنی فاسقانہ حالتوں سے داغ لگادیا ہے اور نہ ایسے غافل درویشوں اور گوشہ گزینوں کی طرح جن کو اسلامی ضرورتوں کی کچھ بھی خبر نہیں اور اپنے بھائیوں کی ہمدردی سے کچھ غرض نہیں اور بنی نوع کی بھلائی کے لئے کچھ جوش نہیں بلکہ وہ ایسے قوم کے ہمدرد ہوں کہ غریبوں کی پناہ ہوجائیں یتیموں کے لئے بطور باپوں کے بن جائیں اور اسلامی کاموں کے انجام دینے کے لئے عاشق زار کی طرح فدا ہونے کو تیار ہوں اور تمام تر کوشش اس بات کے لئے کریں کہ ان کی عام برکات دنیا میں پھیلیں اور محبتِ الٰہی اور ہمدردیٔ بندگانِ خدا کا پاک چشمہ ہریک دل سے نکل کر ایک جگہ اکٹھا ہوکر ایک دریا کی صورت میں بہتا ہوا نظر آوے۔

خدا تعالیٰ نے ارادہ فرمایا ہے کہ محض اپنے فضل اور کرامتِ خاص سے اس عاجز کی دعاؤں اور اس ناچیز کی توجہ کو ان کی پاک استعدادوں کے ظہور و بروز کا وسیلہ ٹھہراوے اور اس قدوس جلیل الذات نے مجھے جوش بخشا ہے تا میں ان طالبوں کی تربیت باطنی میں مصروف ہوجاؤں اور ان کی آلودگی کے ازالہ کے لئے رات دن کوشش کرتا رہوں۔ اور ان کے لئے وہ نُور مانگوں جس سے انسان نفس اور شیطان کی غلامی سے آزاد ہوجاتا ہے اور بالطبع خدا تعالیٰ کی راہوں سے محبت کرنے لگتا ہے اور ان کے لئے وہ روح القدس طلب کروں جو ربوبیّت تامہ اور عبودیتِ خالصہ کے جوڑ سے پیدا ہوتی ہے اور رُوح خبیث کی تکفیر سے ان کی نجات چاہوں کہ جو نفس امّارہ اور شیطان کے تعلق شدید سے جنم لیتی ہے۔ سو میں بتوفیقہٖ تعالیٰ کاہل اور سُست نہیں رہوں گا اور اپنے دوستوں کی اصلاح طلبی سے جنہوں نے اس سلسلہ میں داخل ہونا بصدق قدم اختیار کرلیا ہے غافل نہیں ہوں گا۔ بلکہ ان کی زندگی کے لئے موت تک دریغ نہیں کروں گا اور ان کے لئے خدا تعالیٰ سے وہ رُوحانی طاقت چاہوں گا جس کا اثر باقی مادہ کی طرح ان کے تمام وجود میں دوڑ جائے۔" (ازالہ اوہام صفحہ 460)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ذریعہ انجام پانے والا کسر صلیب کا عظیم الشان کارنامہ

مرزا غلام احمد قادیانی نے ہندوستان سے لے کر ولائت تک کے پادریوں کو شکست دی

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بعثت کے مقاصد میں سے ایک مقصد کسرِ صلیب بھی تھا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کے ذریعے اس عظیم مقصد کو اس شان سے پورا فرمایا کہ بعض انصاف پسند غیر احمدی علماء بھی اس ضمن میں آپ کی خدمات جلیلہ کا اعتراف کئے بغیر نہ رہ سکے۔

ذیل میں مولانا اشرف علی تھانوی کی ایک شہادت درج کی جاتی ہے جس میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ذریعہ انجام پانے والے کسرِ صلیب کے عظیم الشان کارنامہ کا اعتراف کیا گیا ہے۔ مولانا تحریر فرماتے ہیں:-

"اس زمانہ میں ایک پادری نصرانی پادریوں کی ایک بڑی جماعت لے کر ولائت سے چلا کہ تھوڑے سے عرصہ میں تمام ہندوستان کو عیسائی بنالوں گا۔ ولائت کے انگریزوں نے روپے سے بڑی مدد کی اور آئندہ کی مدد کے مسلسل وعدوں کا اقرار لے کر ہندوستان میں داخل ہوکر بڑا تلاطم برپا کیا۔ اسلام کی سیرۃ واحکام پر جو اس کا حملہ ہوا وہ تو ناکام ثابت ہوا مگر حضرت عیسیٰؑ کے آسمان پر بجسم خاکی زندہ موجود ہونے اور دوسرے انبیاء علیہم السلام کے زمین میں مدفون ہونے کا حملہ عوام کے لئے کارگر ثابت ہوا۔ تب مولوی غلام احمد قادیانی کھڑے ہوگئے اور پادری اور اس کی جماعت سے کہا کہ عیسیٰؑ جس کا نام لیتے ہو وہ دوسرے انسانوں کی طرح فوت ہوچکے ہیں اور جس عیسیٰؑ کے آنے کی خبر ہے وہ میں ہوں پس اگر تم سعادتمند ہو تو مجھے قبول کرلو۔ اس ترکیب سے اس نے نصرانی کو اس قدر تنگ کیا کہ اس کا پیچھا چھڑانا مشکل ہوگیا۔ اور اس ترکیب سے اس نے ہندوستان سے لے کر ولائت تک کے پادریوں کو شکست دی۔"

(دیباچہ تفسیر القرآن صفحہ نمبر 20 از مولانا اشرف علی تھانوی)، (بحوالہ الفضل 9 جون 1963ء)

حضرت اقدس مسیح موعود ومہدی معہود علیہ الصلوٰۃ والسلام اور آریہ سماج کا زوال واستیصال

قادیان کے مرزا غلام احمد نے ویدک دھرم کے خلاف نہایت شدت سے حملہ کردیا

"حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے دورِ سعادت میں جن محاذوں پر علمی اور عملی طور پر اسلام کی خدمات سرانجام دیں ان میں ایک ویدک دھرم سے مقابلہ کا محاذ بھی تھا آریہ سماج کے زوال واستیصال کے اسباب میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمات آج ہر ایک پر روز روشن کی طرح عیاں ہیں۔

پنڈت اوے بھانوے اپنے ایک مضمون میں لکھتے ہیں

"چاندپور میں مولوی مشتاق احمد صاحب نے شکست کھا کر مع مولویوں کے شدھ ہونے پر ہندوستان کے مسلمانوں میں ایک ہیجان پیدا ہوگیا۔ مولویوں نے اکٹھے ہوکر مشورے شروع کردیئے لیکن کسی کو یہ جرأت نہ ہوئی کہ وہ سوامی دیانند کے سامنے کھڑا ہوسکتا ان حالات سے فائدہ اٹھاتے ہوئے پنجاب کے آرویوں نے سوامی دیانند کو دعوت دی۔ کہ وہ پنجاب میں بھی آکر ویدک دھرم کا پرچار کریں یہ ہماری بدقسمتی تھی کہ سوامی جی کو پنجاب آنے میں کچھ دیر ہوگئی اس عرصہ میں قادیان کے مرزا غلام احمد نے ویدک دھرم کے خلاف نہایت شدت سے حملہ کردیا اور وہ حملہ اس قدر سخت اور اچانک تھا کہ آریہ سماج یہ وچار ہی نہیں کرسکے کہ اس کا مقابلہ کس طرح کیا جائے۔ مرزا قادیانی نے ایک اشتہار وزیر ہند پریس امرتسر میں چھپوایا اس میں انہوں نے سوامی دیانند کو مباحثہ کے لئے بار بار للکارا۔ لیکن سوامی جی کے برقت نہ آسکنے کی وجہ سے سارے کا سارا پروگرام درہم برہم ہوگیا اور چند تعلیم یافتہ مسلمان جو ویدک دھرم سے متاثر ہوچکے تھے پھر مسلمانی دھرم میں پکے ہوگئے۔"

(از آریہ مسافر" آگرہ 12 فروری 1907ء)

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا خدام اور مریدوں سے حسن سلوک

ہمارا روزمرہ کا تجربہ ہے کہ پیرون کے سامنے ان کے مرید دم نہیں مار سکتے۔ پیر اونچی جگہ بیٹھتا ہے۔ مرید خاک آلود فرش پر مریدوں کی دلآزاری، توہین اور بے توقیری گویا پیر کا حقِ پیری ہے اور وہی پیر بڑا پیر سمجھا جاتا ہے جس کے مرید زیادہ سے زیادہ اپنے حقوق سے دستبردار ہوکر ہر عزت پیر کو دیں اور ہر ذلت خود سمیٹیں۔

آیئے دیکھتے ہیں کہ حضرت مہدی علیہ السلام کا سلوک اپنے خدام اور اپنے مریدوں اور اپنے متبعین سے کیسا تھا۔

حضرت بابو غلام محمد صاحب فورمین لاہور اور حضرت میاں عبدالعزیز مغل صاحب فرماتے ہیں کہ:

ایک دفعہ جب کہ حضور لاہور تشریف لائے ہم چند نوجوانوں نے مشورہ کیا کہ دوسری قوموں کے بڑے بڑے لیڈر جب یہاں آتے ہیں تو ان کی قوموں کے نوجوان گھوڑوں کی بجائے خود ان کی گاڑیاں کھینچتے ہیں اور ہمیں جو لیڈر اللہ تعالیٰ نے دیا ہے یہ اتنا جلیل القدر ہے کہ بڑے بڑے بادشاہ بھی اس کے مقابلے میں کوئی حیثیت نہیں رکھتے۔ پس آج گھوڑوں کی بجائے ہمیں ان کی گاڑی کھینچنی چاہیئے۔ چنانچہ ہم نے گاڑی والے کو کہا کہ اپنے گھوڑے الگ کرلو آج گاڑی ہم کھینچیں گے کوچ مین نے ایسا ہی کیا۔ جب حضور باہر تشریف لائے تو فرمایا کہ گھوڑے کہاں ہیں۔ ہم نے عرض کی کہ حضور دوسری

☆ باقی صفحہ نمبر 4 پر ☆

اسلام کی نشاۃ ثانیہ کا تاریخ ساز دن 23 مارچ 1889ء

مضمون نگار :- مکرم و محترم لئیق احمد صاحب طاہر مبلغ سلسلہ انگلستان

مکرم ماسٹر یوسف صاحب ہمارے محلّہ دارالرحمت شرقی الف ربوہ میں مقیم تھے۔ دعاگو نیک بزرگ تھے۔ ان کے والد بزرگوار نے جس طرح بیعت کی وہ تعجب انگیز داستان ہے۔ گھر سے یہ نیت کر کے قادیان گئے کہ میں جا کر مرزا صاحب سے بغیر تعارف کے بغلگیر ہو جاؤں گا۔ اگر انہوں نے مجھے پہلے اپنے سے علیحدہ کیا تو آپ خدا کی طرف سے نہیں ہوں گے لیکن اگر گلے سے اس وقت تک لگائے رکھا جب تک میں خود الگ نہ ہوں تو آپ یقیناً مامور زمانہ مسیح موعود اور مہدی مسعود ہوں گے اور میں ان کی بیعت سے شرفیابی کے بعد ہی لوٹوں گا۔

اب ذرہ سوچیئے کس مامور من اللہ کی صداقت کا یہ معیار کس کتاب میں لکھا ہے؟ یہ تو بالکل وہی بات ہے جو ہمارے مسلمان بھائی کہتے ہیں کہ حضرت مرزا صاحب کا نام مرکب ہے یعنی مرزا غلام احمدؑ اس لئے آپ سچے نہیں، یا یہ کہ آپ کا پورا نام قرآن کریم میں کہاں درج ہے! بھلا کوئی پوچھے کہ یہ معیار کس الٰہی صحیفے میں درج ہیں؟ کیا "عیسیٰ ابن مریم" مرکب نام نہیں۔ علماء تو کہتے ہیں مو-سیٰ بھی مرکب نام ہے اور کیا نام اِحمد، سورۃ الصف کے پہلے رکوع میں بزرگوں نے ہمارے سیّد و مولیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ حضرت مسیح موعودؑ پر بھی چسپاں نہیں کیا۔ بیشتر ضخیم تفاسیر قرآن کریم میں صلحائے امت نے ذکر کیا ہے کہ سورۃ الصف کے اس رکوع کے آخر میں مسیح موعودؑ کے ذریعہ غلبہ اسلام کی پیشگوئی کی گئی ہے۔ خیر یہ تو علمی بات ہے۔

بات ہو رہی تھی مکرم ماسٹر محمد یوسف صاحب کے والد بزرگوار کی۔ بعض اوقات خدا تعالیٰ ایسی راہوں سے بھی ھدایت کے سامان عطا فرماتا ہے جو بظاہر کسی فلسفی کے ذہن کی اختراع ہوتی ہیں لیکن اللہ تعالیٰ کی نظر انسان کے دل پہ ہوتی ہے اور اگر دل میں اخلاص ہو تو خدا تعالیٰ ہدایت کے سامان پیدا کر دیتا ہے چنانچہ جب ماسٹر صاحب کے والد حضورؑ کے پاس گئے تو سینۂ مبارک سے چمٹ گئے۔ ادھر خدا تعالیٰ کے فرشتوں کے القاء کے نتیجہ میں سیّدنا حضرت مسیح موعودؑ نے بھی انہیں گلے لگائے رکھا اور دعاؤں سے نوازتے رہے جب خاصی دیر کے بعد یہ خود ہی آپؑ سے الگ ہوئے تو آنسوؤں کا سیلاب آنکھوں سے رواں تھا اور پھر ہمیشہ کے لئے حضور کے ہو گئے۔

یہ تو ویسی ہی بات تھی جو کسی نے ایک احمدی سے کہا کہ اگر احمدیت سچی ہے تو جو گاڑی اس وقت فراٹے بھرتے جا رہی ہے ابھی رُک جائے اور سچ مچ گاڑی رک گئی۔

یا جیسا کہ انڈونیشیا کے پہلے مبلغ سلسلہ حضرت مولوی رحمت علی صاحب کے بارہ میں مکرم مولانا محمد صادق سماٹریؒ نے لکھا ہے کہ پاڈانگ (انڈونیشیا) میں حضرت مولوی صاحب کی تبلیغی گفتگو ہالینڈ کے ایک بشپ کے ساتھ شروع ہوئی اسی اثناء میں موسلادھار بارش شروع ہو گئی۔ وہ علاقہ ایسا ہے کہ بارش گھنٹوں بلکہ بعض اوقات ہفتہ ہفتہ بھر مسلسل ہوتی رہتی ہے بشپ احمدی مبلغ کے دلائل سے لاجواب ہونے لگا تو یک دم موضوع بدل کر کہنے لگا کہ اگر آپ کا مسیح سچا ہے تو ہمیں یہ کرشمہ دکھائیں کہ یہ بارش یک دم بند ہو جائے۔ حضرت مولوی صاحب نے بغیر کسی توقف کے بلند آواز سے فرمایا:-

"اے بارش تو اسی وقت خدا کے حکم سے تھم جا اور اسلام کے زندہ خدا کا ثبوت دے۔" اسلام کے قادر مطلق خدا کے قربان جایئے کہ وہ بارش خدا کے اذن سے چند لحظوں میں تھم گئی اور وہ بشپ اور اس کے سب ساتھی ششدر رہ گئے۔

اس نوعیت کے ہزاروں لاکھوں اقتداری معجزات دنیائے احمدیت میں ظاہر ہو رہے ہیں اور اس بات کی شہادت دے رہے ہیں کہ سیّدنا حضرت مسیح موعودؑ سچ مچ ہمارے آقا و مولیٰ محمد عربی ﷺ کے غلام یعنی غلام احمد تھے۔ آپؑ کے عاشق صادق، امتی، خادم اسلام نبی اللہ اور قرآن کریم کی شریعت کو از سر نو دنیا میں قائم و نافذ کرنے کے لئے عین قرآن و حدیث کے مطابق مبعوث ہوئے تھے۔

آپ کی ولادت باسعادت 13 فروری 1835ء بمطابق 14 شوال 1250ھ بروز جمعۃ المبارک نماز فجر کے وقت قادیان میں ہوئی۔ آپ کا تعلق اہل فارس کی قوم "برلاس" سے تھا۔ آپ کے جد امجد مرزا ہادی بیگ 1530ء میں سمرقند سے ہجرت کر کے ہندوستان میں وارد ہوئے۔ یہ ظہیر الدین بابر، سلطنتِ مغلیہ کے پہلے تاجدار کا عہد تھا۔ اور چونکہ مرزا ہادی بیگ امیر تیمور کے چچا حاجی برلاس کی نسل سے تھے اس لئے بابر بادشاہ نے اس شاہی خاندان کو مشرقی پنجاب کے علاقہ میں بہت بڑی جاگیر سے نوازا۔ اس کا مرکز اسلام پور قاضیاں اور پھر قادیان کہلانے لگا۔

1716ء میں محمد فرخ غازی، شہنشاہِ ہند نے حضرت مرزا صاحب کے والد بزرگوار کے پڑدادا۔ مرزا فیض محمد صاحب کو عضدُ الدولہ کا لقب اور ہفت ہزاری کا جلیل القدر منصب عطا کیا۔ آہستہ آہستہ یہ عظیم ریاست گھٹتے گھٹتے صرف 84-85 دیہات میں محدود ہو گئی اور اسی پر بس نہیں بعد ازاں سکھوں نے آپ کے دادا حضرت مرزا عطا محمد کے زمانہ میں اس بچی کھچی ریاست پر بھی قبضہ کر لیا اور یہ خاندان بے سروسامانی کی حالت میں کپورتھلہ ریاست میں نقل مکانی کر گیا۔ آپ کے والد حضرت مرزا غلام مرتضیٰ صاحب کو مہاراجہ رنجیت سنگھ کے آخری دور میں 1835ء میں ریاست کے پانچ گاؤں واپس دے دیئے گئے اور ریاست کی بے سروسامانی کا خاتمہ ہوُا اور ریاست کپورتھلہ سے یہ خاندان دوبارہ قادیان منتقل ہو گیا لیکن جب 29 مارچ 1849ء کو پنجاب کا علاقہ انگریزی عملداری میں شامل کیا گیا تو ماسوائے قادیان کے یہ جاگیر بھی انگریزوں نے چھین لی اور اس کے بدلے میں صرف 700 روپے کی پنشن مقرر کر دی گئی جو جاگیر کے مقابلہ میں پرِ کاہ کے برابر بھی حیثیت نہیں رکھتی تھی۔

مجھے حیرت ہوتی ہے جب بعض مخالفین احمدیت کو "انگریز کا خود کاشتہ پودا" کہتے ہوئے سنتا ہوں، انگریزی عملداری میں جائیداد کے 4/5 حصہ سے محروم کر دیا جانا" ایک منصف مزاج کے لئے صحیح نتیجہ پر پہنچنے کے لئے بہت کافی ہے۔ اگر یہ انگریز کا لگایا ہوُا پودا ہوتا تو چاہئے تو یہ تھا کہ انگریز مرزا فیض محمد صاحب عضد الدولہ کے عہد کی ہزاروں دیہات پر مشتمل عظیم جاگیر لوٹا دیتا۔ یہ کیا باغبان تھا کہ جس نے رنجیب سنگھ کے عہد کی لوٹائی ہوئی حقیر سی جائیداد کے پانچ میں سے چار حصے غصب کر لئے۔ کیا ہمارے مخالفین میں سے ایک بھی ایسا جواں مرد نہے جس سے یہ سلوک ہو اور وہ اس پہ سر دھننا شروع کر دے۔

؎ ناخن نہ دے خدا تجھے اے پنجۂ جنوں
دے گا نہیں تو عقل کے بخئے ادھیڑ تو

ولادت باسعادت

آپ 13 فروری 1835 بمطابق 14 شوال جمعۃ المبارک بوقت نماز فجر قادیان میں پیدا ہوئے آپ کی ولادت توام تھی آپ کے ساتھ ایک لڑکی بھی پیدا ہوئی تھی ان کا نام جنت بی بی تھا اور وہ جلد ہی فوت ہو گئیں۔

یہی وہ سال ہے جب کہ پنجاب میں عیسائیوں نے سب سے پہلے لدھیانہ میں اپنا تبلیغی مشن قائم کیا۔ خدا کا عجیب تصرّف ہے کہ اسی سال میں کاسر صلیب بھی پیدا ہوئے جنہوں نے بعد میں اسی شہر لدھیانہ میں اذنِ الٰہی سے اپنی جماعت کا آغاز کیا اور پہلی بیعت لی۔

آپ کی ولادت باسعادت کے بارے میں آپ کی والدہ ماجدہ حضرت چراغ بی بی صاحبہ کا بیان ہے کہ خاندان کی غریب الوطنی اور تنگ دستی کا دور قادیان سمیت پانچ دیہات کے واپس مل جانے کی وجہ سے ختم ہوُا۔ اور خاندان میں فراخی اور کشائش کے سامان خدا تعالیٰ نے مہیّا فرما دیئے۔

بچپن

آپ کا بچپن بے حد پاکیزہ اور باقی بچوں سے بہت مختلف تھا عام کھیل کود کی بجائے نیکی کے کاموں کی طرف میلان تھا۔ بہت چھوٹی عمر میں نماز کی طرف غیر معمولی رغبت تھی اور نیکی کے نمایاں آثار آپ کے چہرے بُشرے سے عیاں تھے۔ چنانچہ ایک صاحبِ کرامت بزرگ مولوی غلام رسول قلعہ سیہاں سنگھ نے آپ کو دیکھ کر فرمایا "اگر اس زمانہ میں کوئی نبی ہوتا تو یہ لڑکا نبوت کے قابل ہے۔" (روایات صحابہ جلد نمبر 12 صفحہ 104)

تعلیم

چونکہ آپ رئیس خاندان کے چشم و چراغ تھے اس لئے اس زمانہ کے دستور کے مطابق آپ کی تعلیم کے لئے چند اتالیق مقرر کئے گئے۔ جن سے آپ نے قرآن مجید، عربی صرف و نحو، فارسی زبان اور علوم مروجہ کی کچھ تعلیم حاصل کی۔ طب سے متعلق بعض کتب آپ کے والد ماجد نے آپ کو پڑھائیں۔

جوانی

آپ ابتداء ہی سے خلوت پسند تھے اور زیادہ وقت مسجد کے ایک حجرہ میں عبادت اور ریاضت میں گزارتے تھے۔ اکثر روزے سے رہتے اور اپنا کھانا خاموشی سے بعض محتاجوں میں تقسیم فرما دیتے۔ کثرت سے دینی کتب کا مطالعہ فرماتے اور مختلف مذاہب کی طرف سے اسلام پر کئے جانے والے اعتراضات جمع کر کے ان کے ردّ کے لئے تحریر و تقریر کے ذریعے کوشاں رہتے۔

یہ وہ وقت تھا کہ ہندوستان میں عیسائیت۔ آریہ مذہب اور سکھ مذہب اسلام پر چاروں طرف سے حملہ آور تھے۔ آپ نے اسلام کے دفاع میں مختلف رسائل میں مضامین لکھنے شروع کئے اور 1888ء میں براہین احمدیہ کے دو حصے شائع کئے اور فرمایا کہ جو دلائل ہم نے قرآن کریم اور آنخضرت ﷺ کی صداقت کے ثبوت میں قرآن کریم سے پیش کئے ہیں اگر کوئی غیر مسلم ان کا 1/5 حصہ بھی اپنے مذہب کی صداقت کے لئے اپنی الہامی کتاب سے نکال کر پیش کر سکے تو ہم اُسے دس ہزار روپیہ انعام دیں گے اس کتاب پر قد آور علماء نے بڑے شاندار ریویو لکھے اور اسے قرآن کی بے مثل اور بے نظیر خدمت قرار دیا۔

آپ کے والد بزرگوار کو آپ کے دنیوی روزگار کا بہت فکر تھا لیکن حضرت مرزا صاحب کا میلان بالکل اس طرف نہیں تھا۔ والد صاحب کے حکم کی اطاعت میں آپ نے بعض خاندانی مقدمات کی پیروی بھی کی مگر دل ان کی دنیوی جھمیلوں سے اُچاٹ تھا۔ والد صاحب نے زمینداری امور کی نگرانی بھی آپ کے سپرد کی مگر ان امور میں آپ کی بے رغبتی کی وجہ سے والد صاحب بعض اوقات آپ سے ناراض بھی ہو جاتے۔ گو وہ جانتے تھے کہ یہ فرزند "برًّا بِالوَالِدَیْن" ہے۔ آپ کے والد اکثر کہا کرتے تھے کہ میں صرف رحم کی خاطر اپنے بیٹے کو دنیا کے امور کی طرف توجہ دلاتا ہوں ورنہ میں جانتا ہوں کہ جس طرف اس کی توجہ ہے (یعنی دین کی طرف) صحیح اور سچی بات یہی ہے۔ ہم تو اپنی عمر ضائع کر رہے ہیں۔

(کتاب البریہ، روحانی خزائن جلد 13، صفحہ 184 حاشیہ)

جوانی میں انقطاع الی اللہ کی چند مثالیں

والد صاحب کی ھدایت پر ایک مقدمے کی پیروی کے لئے آپ کو لاہور جانا پڑا وہاں آپ سیّد محمد علی شاہ صاحب رئیس قادیان کے ہاں مقیم تھے۔ ایک دن آپ ہشاش بشاش شاہ صاحب کے ہاں واپس آئے۔ شاہ صاحب نے مقدمہ کے بارے میں استفسار کیا۔ آپ نے فرمایا:

"خدا کا شکر ہے مقدمہ خارج ہو گیا اور آئندہ اس کا سلسلہ ختم ہو گیا ہے۔" کوئی عام دُنیادار ہوتا تو مقدمے میں ہارنے پر سخت محزون ہوتا مگر آپ خوش تھے کہ اب خدا تعالیٰ کی طرف توجہ کرنے کے لئے اور وقت مل سکے گا۔

آپ بٹالہ میں ایک مقدمہ کے سلسلہ میں گئے اور اس دوران نماز کا وقت ہو گیا آپ نے نماز شروع کی اردلی نے آواز دی اور فریق ثانی نے آپ کی غیر حاضری میں خوب زور و شور سے اپنا بیان دیا۔ مگر جج کے دل پر خدا تعالیٰ نے ایسا تصرّف کیا کہ اس نے آپ کی بات سنے بغیر ہی آپ کے حق میں فیصلہ دے دیا۔" (حیات طیبہ صفحہ 15)

آپ کی پاک فطرت کی وجہ سے بعض اوقات آپ کے والد کے بعض موروثی مخالفین گواہ کے طور پر آپ کا نام لکھوا دیا کرتے تھے اور آپ کسی ملامت کا خوف کئے بغیر ایسا بیان دینے میں بھی عار محسوس نہیں فرماتے تھے کہ جس سے خواہ آپ کے والد کے حقوق متاثر ہوں۔ اس وجہ سے بعض اوقات آپ کے والد بزرگوار آپ پر ناراضگی کا اظہار بھی فرماتے۔ آپ کے فرزند مرزا سلطان احمد صاحب فرمایا کرتے تھے کہ "والد صاحب نے اپنی عمر ایک مغل کے طور پر نہیں گزاری بلکہ فقیر کے طور پر گزاری ہے۔" (حیات طیبہ صفحہ 15)

باقی آئندہ انشاءاللہ

"ہمارا یہ اُصول ہے کہ
کُل بنی نوع کی ہمدردی کرو"
﴿ارشاد سیدنا حضرت اقدس
مسیح موعود علیہ السلام﴾

بعثت مسیح موعود و مہدی معہود علیہ السلام

از قلم مکرم مولانا عطاء اللہ صاحب کلیم، مبلغ انچارج جرمنی

قرآن کریم کے مطابق خدا تعالیٰ کی نعمتیں خصوصاً روحانی نعمتیں کسی خاص قوم یا دیس کے لئے نہیں ہیں بلکہ سب کیلئے عام ہیں۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے ہر امت اور ہر قوم میں اپنے رسول اور ہادی بھیجے جیسا کہ وہ فرماتا ہے

ولقد بعثنا فی کل امة رسولا ان اعبدو الله واجتنبوا الطاغوت (النحل 37) یعنی ہم نے ہر امت اور ہر قوم میں اپنے رسول بھیجے جنہوں نے آکر یہ تعلیم دی کہ اے لوگو تم اللہ کی عبادت کرو اللہ کی پرستش کرو اور ہر حد سے بڑھنے والے سے علیحدہ رہو۔ پھر فرمایا ولکل قوم هاد (رعد 8) اور ہر ایک قوم کے لئے خدا کی طرف سے ایک ہادی ایک رہنما بھیجا جا چکا ہے۔

یہ ایک حقیقت ہے جس کا کوئی عقلمند انکار نہیں کر سکتا کہ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ سے پہلے جس قدر نبی رسول اور ہادی آئے وہ خاص قوم اور خاص ملک کے لئے آئے ان میں سے کسی نے کبھی یہ دعویٰ نہیں کیا کہ وہ تمام دنیا کیلئے بھیجا گیا ہے۔ یہ فخر اور عظمت صرف حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو حاصل ہے۔ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے " قل یایها الناس انی رسول الله الیکم جمیعا" (اعراف 159) کہو کہ اے لوگو میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول ہوں۔

حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ جب بھیجے گئے اس وقت دنیا کی تمام قومیں خراب ہو چکی تھیں اور خدا سے دور ہو گئی تھیں اس لئے آپ کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے وہ تعلیم دی جو تمام انسانوں کے لئے کامل ھدایت تھی اور آپ کے ذریعہ دین مکمل اور پورا ہوا جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

" الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی و رضیت لکم الاسلام دینا" (المائدہ 4)

یعنی آج میں نے تمہارے فائدہ کیلئے تمہارا دین مکمل کر دیا ہے اور تم پر احسان کو پورا کر دیا ہے اور تمہارے لئے دین کے طور پر اسلام کو پسند کیا ہے۔

بے شک قرآن کریم کے ذریعہ دین مکمل ہو گیا۔ مگر چونکہ مسلمان بھی ایک زمانہ میں دین کی حقیقت سے دور چلے جانے والے تھے اور قرآن شریف کو چھوڑ جانے والے تھے یعنی اس کی تعلیم کو بھول جانے والے تھے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

" وقال الرسول یارب ان قومی اتخذوا هذاا لقرآن مهجورا " یعنی اور رسول نے کہا۔ اے میرے رب میری قوم نے تو اس قرآن کو پیٹھ کے پیچھے پھینک دیا ہے۔ (الفرقان 31)

اس لئے حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے خدا سے علم پاکر فرمایا" یاتی علی الناس زمان لا یبقی من الاسلام الا اسمه ولا من القرآن الا رسمه مساجدهم عامرة وهی خراب من الهدیٰ علماء هم شرمن تحت ادیم السماء ۔ (مشکوۃ باب العلم)

یعنی اسلام کا صرف نام باقی رہ جائے گا اور قرآن شریف کا صرف نقش رہ جائے گا۔ اُس وقت مسجدیں آباد ہوں گی اس لحاظ سے کہ بہت عمدہ بنی ہوئی ہوں گی لیکن ھدایت سے خالی ہوں گی نمازی ان میں نہیں ہوں گے اور اُس زمانہ کے علماء (مولانا) اس آسمان کے نیچے بدترین مخلوق ہوں گے۔ پھر فرمایا:

" افترقت الیهود علی ثنتین وسبعین فرقة وتفترق أمتی علی ثلاث و سبعین فرقة کلهم فی النار الا واحدة قالو من هم یارسول الله قال ماانا علیه واصحابی الاوهی الجماعة ۔" (مشکوۃ)

یہود 72 فرقوں میں تقسیم ہوئے تھے اور میری امت 73 فرقوں میں تقسیم ہو گی اور یہ سارے فرقے ناری اور جہنمی ہوں گے سوائے ایک فرقہ کے صحابہ کرام نے پوچھا یا رسول اللہ یہ ناجی فرقہ والے کون لوگ ہوں گے تو فرمایا۔ جو میرے اور میرے صحابہ کے طریق اور راستہ پر ہوں گے اور فرمایا یہ فرقہ ایک جماعت ہو گی گویا اس فرقے کا ایک امام ہو گا اور اس امام کی اتباع اور پیروی کی وجہ سے وہ جماعت کہلائیں گے۔

حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ اور آپ کے صحابہؓ کس طریق پر تھے اور ان کا کیا راستہ تھا وہ قرآن کریم میں واضح طور پر بتا دیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

" قل هذه سبیلی ادعوا الی الله علی بصیرة انا و من اتبعنی۔ (یوسف) کہہ یہ میرا طریق ہے یہ میرا راستہ ہے میں بصیرت پر قائم ہوتے ہوئے دعوت الی اللہ کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ کی طرف لوگوں کو بلاتا ہوں میں بھی اور جس نے میری پیروی کی یعنی میرے صحابہ بھی۔ اب امت مسلمہ میں سے دعوۃ الی اللہ کا پروگرام۔ تبلیغ اسلام کا جہاد کبیر قرآن کریم کے مختلف زبانوں میں تراجم شائع کر کے مثلاً انگریزی، ڈچ، جرمن، فرنچ، اطالوی، سواحیلی، اسپرانتو، ڈینش، یوروبا، ملائی، گرمکھی اور اردو نیز دنیا کے تقریباً تمام ممالک میں تبلیغ اسلام کے مراکز قائم کر کے اور افریقہ، یوروپ، امریکہ اور ایشیا میں ہزاروں مسجدیں تعمیر کر کے جس جذبہ اور جوش سے جماعت احمدیہ خدمت انجام دے رہی ہے اس کی مثال صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے زمانہ کے بعد کہیں نہیں ملتی۔ وذلك فضل الله یوتیه من یشاء۔

قرآن کریم میں حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی دو بعثتوں کا ذکر ہے ایک اور پہلی بعثت کا ذکر هو الذی بعث فی الامیین رسولا منهم سورہ جمعہ کی تیسری آیت میں ہے اور آنحضرت ﷺ کی دوسری بعثت منهم لما یلحقوا بهم کے الفاظ میں ہے۔

جب صحابہ کرام نے دریافت کیا کہ یا رسول اللہ یہ آخرین کون ہیں تو حضرت رسول مقبول نے اپنے صحابی حضرت سلمان فارسی کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر فرمایا

لو کان الایمان معلقا بالشر یالناله رجل او رجال من هؤلاء (بخاری کتاب التفسیر)

اس آیت کریمہ میں اور اس تفسیر رسول ﷺ میں ایک شخص کے ظہور کی خبر دی گئی ہے جو کہ امت محمدیہ میں مبعوث ہو گا اور وہ ایمان کو اگر وہ ثریا ستارے پر بھی ہو گا واپس لائے گا۔ سو واضح ہو کہ اس آیت میں رجل فارس کے آنے کی خبر دی گئی ہے وہی مسیح و مہدی موعود ہے۔

آخری زمانہ کے سب سے بڑے مفسر حضرت مرزا غلام احمد علیہ السلام ان آیات کی تشریح میں فرماتے ہیں

"...... زمانے تین ہیں، ایک اول جو صحابہ کا زمانہ ہے اور ایک اوسط جو مسیح موعود اور صحابہ کے درمیان ہے اور ایک آخری زمانہ، جو مسیح موعود کا زمانہ اور مصداق آیت، و آخرین منهم کا ہے۔ وہ وہی زمانہ ہے جس میں ہم ہیں ...... چنانچہ اس زمانے کے لوگوں کی نسبت آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں:-

خیرهذه الامة اولها وآخرها اوّلها فیهم رسول الله صلی الله عیه وسلم ۔ واخر ها فیهم عیسی ابن مریم و بین ذالك فیج اعوج لیسوا منی ولست منهم۔ عنی امتیں دو ہی بہتر ہیں، ایک اولی اور ایک آخر اور درمیانی گروہ ایک لشکر کج ہے جو دیکھنے میں ایک فوج اور روحانیت کی رو سے مردہ ہے نہ وہ مجھ سے اور نہ میں ان میں سے ہوں...... اور اس جگہ ایک نکتہ ہے اور وہ یہ ہے کہ جیسا کہ اللہ جل شانہ نے ظاہر الفاظ آیت میں و آخرین منهم کا لفظ استعمال کر کے اس بات کی طرف اشارہ فرمایا کہ وہ لوگ جو کمالات میں صحابہ کے رنگ میں ظاہر ہوں گے وہ آخری زمانہ میں آئیں گے۔ ایسا ہی اس آیت و آخرین منهم لما یلحقوبهم کے تمام حروف کے اعداد سے جو 1275 ہیں اس بات کی طرف اشارہ کر دیا جو آخرین منهم کا مصداق جو فارسی الاصل ہے اپنے نشاء ظاہر کا بلوغ اس سن میں پورا کر کے صحابہ سے مناسبت کرے گا۔ سو یہی سن 1275 ہجری جو آیت و آخرین منهم لما یلحقوبهم کے حروف کے اعداد سے ظاہر ہوتا ہے اس عاجز کی بلوغ اور پیدائش ثانی اور تولد روحانی کی تاریخ ہے جو آج کے دن تک چونتیس برس ہوتے ہیں۔" (آئینہ کمالات اسلام صفحہ 220,209)

سورۃ قیامۃ میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے یسئل ایان یوم القیمة ۔ فاذا برق البصر ۔ وخسف القمر ۔ وجمع الشمس والقمر ۔ (آیت 7 تا 10) (یعنی منکر) پوچھتا ہے کہ قیامت کا دن کب ہے؟ ہم اس کی علامتیں بتاتے ہیں، وہ تب ہو نگی جب آنکھیں متحیر رہ جائیں گی۔ یعنی ایسے حادثات ہوں گے کہ انسان کو حیرت میں ڈال دیں گے اور چاند کو گرہن لگے گا اور پھر سورج اور چاند جمع کر دیئے جائیں گے یعنی اس ماہ میں چاند گرہن کے بعد سورج گرہن ہو گا۔ کیونکہ مسیح کی آمد بھی قیامت کے قریب زمانہ میں بتائی گئی ہے اس لئے سورج اور چاند کا گرہن مسیح و مہدی کی علامت تفصیلی طور پر حدیث میں بیان کی گئی ہے۔ حضرت امام باقر محمد بن علیؓ سے روایت ہے" ان لمهدینا ایتین لم تکونا منذخلق السموت والارض ینکسف القمر لاول لیلة من رمضان و تنکسف الشمس فی النصف منه" (دار قطنی جلد 1 صفحہ 188) باب صفة صلاة الخسوف والکسوف۔

یعنی ہمارے مہدی کے لئے دو نشان مقرر ہیں اور جب سے زمین و آسمان پیدا ہوئے یہ نشان کسی اور مامور کے وقت ظاہر نہیں ہوئے اور ان میں سے ایک یہ ہے کہ مہدی معہود کے زمانے میں رمضان کے مہینہ میں چاند کو اس کی گرہن لگنے کی تاریخوں میں سے پہلی رات میں گرہن لگے گا اور سورج کو اس کے گرہن لگنے کے دنوں میں سے درمیانی دن گرہن لگے گا۔

اہل علم سے پوشیدہ نہیں اور نواب صدیق حسن خان صاحب نے بھی لکھا ہے کہ " اہل نجوم کے نزدیک چاند گرہن سورج گرہن کے مقابل آنے سے ایک عام حالت میں سوائے تیرھویں، چودھویں اور پندرھویں اور اسی طرح سورج گرہن بھی خاص شکل میں سوائے ستائیسویں، اٹھائیسویں اور انتیسویں تاریخوں کے کبھی نہیں لگتا۔" (حجج الکرامۃ صفحہ 344)

ملتان کے ایک مشہور ولی کامل بزرگ حضرت شیخ محمد بن عبدالعزیز بہادر نے از روئے الہام الٰہی اس سال کی بھی تعین فرما دی جس میں رمضان کے مہینہ میں چاند کو اس کی پہلی تاریخ یعنی گرہن لگنے کی پہلی تاریخ، یعنی تیرھویں رمضان کو اور سورج کو اس کی درمیانی تاریخ یعنی گرہن لگنے کی درمیانی تاریخ یعنی اٹھائیسویں رمضان کو گرہن لگنا تھا۔ وہ فرماتے ہیں

در سن غاشی ہجری ۱۳۱۱ دو قرآن خواہد بود
از پئے مہدی و دجال دو نشان خواہد۔ بود

یعنی 1311 ہجری میں سورج اور چاند کو گرہن لگے گا جو مہدی اور دجال کے لئے دو نشان ہوں گے۔ (احمد خاں خاکوانی پسر عبدالخالق خاکوانی ملتانی نے اخبار بدر 14 مارچ 1907ء میں اپنا حلفیہ بیان اس شعر پر شائع کروایا ہے۔)

چنانچہ قرآن کریم، احادیث اور بزرگان امت کی پیشگوئیوں کے عین مطابق رمضان 1311 ہجری مطابق 1894ء یہ گرہن مقررہ تاریخوں کو رمضان کے مہینہ میں لگا۔ (اخبار آزاد 4 دسمبر 1896ء نیز سول اینڈ ملٹری گزٹ 6 دسمبر 1896ء)

چاند گرہن 21 مارچ 1894ء کو اور سورج گرہن 6 اپریل 1894ء کو لگا۔ جب کہ حضرت مرزا غلام احمد علیہ السلام بانی سلسلہ احمدیہ نے اس گرہن سے تین سال قبل 1891ء میں مسیح موعود و مہدی موعود کا دعویٰ کر دیا ہوا تھا اور ان نشانوں کے ظاہر ہونے کو آپ نے اپنی صداقت کے ثبوت میں پیش فرمایا ہے۔ فرماتے ہیں۔

"یہ دار قطنی کی حدیث ہے کہ مہدی موعود کی یہ بھی نشانی ہے کہ خدا اس کے لئے اس زمانے میں یہ نشان ظاہر کرے گا کہ چاند اپنی مقررہ راتوں میں سے (جو اس کے خسوف کیلئے خدا تعالیٰ نے راتیں مقرر کر رکھی ہیں، یعنی تیرھویں، چودھویں، پندرھویں) پہلی رات میں گرہن پذیر ہو گا اور سورج اپنے مقررہ دنوں میں سے جو اس کے کسوف کے لئے خدا نے دن مقرر کر رکھے ہیں یعنی 29,28,27) درمیانی رات میں کسوف پذیر ہو گا اور یہ دونوں خسوف و کسوف رمضان میں ہوں گے۔

ایک حدیث میں ہے کہ مہدی کے وقت میں یہ دو مرتبہ واقع ہوں گے۔ چنانچہ یہ دونوں مرتبہ میرے زمانہ میں رمضان میں واقع ہو گئے ایک مرتبہ ہمارے اسی ملک میں دوسری مرتبہ امریکہ میں، اور ہمیں اس بات سے بحث نہیں کہ ان تاریخوں میں کسوف و خسوف رمضان کے مہینہ میں ابتدائے دنیا سے آج تک کتنی مرتبہ واقع ہوا ہے۔ ہمارا مدعا صرف اس قدر ہے کہ جب سے نسل انسانی دنیا میں آئی ہے نشان کے طور پر یہ خسوف و کسوف صرف میرے زمانہ میں میرے لئے واقع ہوا ہے اور مجھ سے پہلے کسی کو یہ اتفاق نہیں ہوا کہ ایک طرف تو اس نے مہدی موعود ہونے کا دعویٰ کیا ہو اور دوسری طرف اس کے دعویٰ کے بعد رمضان کے مہینہ میں مقرر کردہ تاریخوں میں خسوف و کسوف بھی واقع ہو گیا ہو اور اس نے اس خسوف کسوف کو اپنے لئے ایک نشان ٹھہرایا ہو اور دار قطنی کی حدیث میں تو کہیں نہیں ہے کہ پہلے کبھی کسوف خسوف نہیں ہوا کیونکہ لم تکونا کا لفظ مؤنث کے صیغہ کے ساتھ دار قطنی میں ہے جس کے یہ معنٰی ہیں کہ ایسا نشان کبھی ظہور میں نہیں آیا تو لفظ لم یکونا مذکر کا صیغہ چاہیئے تھا نہ کہ لم تکونا کہ جو مونث کا صیغہ ہے، جس نے صریح معلوم ہوتا ہے کہ اس سے مراد آیتین ہے یعنی دو نشان کیونکہ یہ مونث کا صیغہ ہے:

(چشمہ معرفت صفحہ 315,314)

باقی آئندہ انشاء اللہ

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کی صداقت کے چار نشانات

❁❁❁❁ سیدنا حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اپنے الفاظ میں ❁❁❁❁

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا:-

"میں نے بارہا ذکر کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے چار قسم کے نشان مجھے دیئے ہیں اور جن کو میں نے بڑے دعوے کے ساتھ متعدد مرتبہ لکھا اور شائع کیا ہے۔"

☆ اوّل :- عربی دانی کا نشان ہے اور یہ اُس وقت سے مجھے ملا ہے۔ جب سے کہ محمد حسین (بٹالوی صاحب) نے یہ لکھا کہ یہ عاجز عربی کا ایک صیغہ بھی نہیں جانتا۔ حالانکہ ہم نے کبھی دعویٰ بھی نہیں کیا تھا کہ عربی کا صیغہ آتا ہے جو لوگ عربی اِملا اور اِنشاء میں پڑے ہیں وُہ اس کی مشکلات کا اندازہ کر سکتے ہیں اور اُس کی خوبیوں کا لحاظ رکھ سکتے ہیں۔ مولوی صاحب (مولوی عبدالکریم صاحب سے مراد تھی) شروع سے دیکھتے رہے ہیں کہ کِس طرح پر اللہ تعالیٰ نے اعجازی طور پر مدد دی ہے۔ بڑی مشکل آکر یہ پڑتی ہے جب ٹھیٹھ زبان کا لفظ مُناسب موقع پر نہیں ملتا۔ اس وقت خدا تعالیٰ وہ الفاظ القاء کرتا ہے۔ نئی اور بناوٹی زبان بنالینا آسان ہے۔ مگر ٹھیٹھ زبان مشکل ہے پھر ہم نے ان تصانیف کو بیش قرار انعامات کے ساتھ شائع کیا ہے اور کہا ہے کہ تم جس سے چاہو مدد لے لو اور خواہ اہل زبان بھی ملالو۔ مجھے خدا تعالیٰ نے اس بات کا یقین دلا دیا ہے کہ وہ ہر گز قادر نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ یہ نشان قرآن کریم کے خوارق میں سے ظلّی طور پر مجھے دیا گیا ہے۔

☆ دوم :- دُعاؤں کا قبول ہونا۔ میں نے عربی تصانیف کے دوران میں تجربہ کر کے دیکھ لیا ہے کہ کس قدر کثرت سے میری دعائیں قبول ہوئی ہیں۔ ایک ایک لفظ پر دُعا کی ہے اور میں رسول اللہ ﷺ کو تو مستثنیٰ کرتا ہوں (کیونکہ اُن کی طفیل اور اقتداء سے تو یہ سب کچھ ملا ہی ہے) اور میں کہہ سکتا ہوں کہ میری دُعائیں اس قدر قبول ہوئی ہیں کہ کسی کی نہیں ہوئی ہوں گی۔ میں نہیں کہہ سکتا کہ دس ہزار یا دو لاکھ یا کتنی۔ اور بعض نشانات قبولیت کے تو ایسے ہیں کہ ایک عالم ان کو جانتا ہے۔

☆ تیسرا نشان پیشگوئیوں کا ہے یعنی اظہار علی الغیب۔ یُوں تو نجومی اور رمّال لوگ بھی اٹکل بازیوں سے بعض باتیں ایسی کہہ دیتے ہیں۔ کہ اُن کا کچھ نہ کچھ حصہ ٹھیک ہوتا ہے اور ایسا ہی تاریخ ہم کو بتلاتی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں بھی کاہن لوگ تھے جو غیب کی خبریں بتلاتے تھے۔ چنانچہ سطیح بھی ایک کاہن تھا مگر اِن اٹکل باز رمّالوں اور کاہنوں کی غیب دانی اور مامور من اللہ اور مُلہم کے اظہار غیب میں یہ فرق ہوتا ہے کہ مُلہم کا اظہار غیب اپنے اندر الٰہی طاقت اور خدائی ہیبت رکھتا ہے۔ چنانچہ قرآن کریم نے صاف طور پر فرمایا ہے۔

لایظھر علیٰ غیبہ احداً الا من ارتضی من رسول

(س29)

یہاں اظہار کا لفظ ہی ظاہر کرتا ہے کہ اس کے اندر ایک شوکت اور قوت ہوتی ہے۔

☆ چوتھا نشان قرآن کریم کے دقائق اور معارف کا ہے۔ کیونکہ معارف قرآن اس شخص کے سوا اور کسی پر نہیں کھل سکتے۔ جس کی تطہیر ہو چکی ہو۔ لا یمسّہ الا المطھّرون (پ27) میں نے کئی مرتبہ کہا ہے کہ میرے مخالف بھی ایک سورۃ کی تفسیر کریں اور میں بھی تفسیر کرتا ہوں پھر مقابلہ کر لیا جاوے مگر کسی نے جُرأت نہیں کی محمد حسین وغیرہ نے تو یہ کہہ دیا کہ ان کو عربی کا صیغہ نہیں آتا۔ اور جب کتابیں پیش کی گئیں تو بودے اور رکیک عذر کر کے ٹال دیا کہ یہ عربی تو اَروی کچالُو ہے مگر یہ نہ ہو سکا کہ ایک صفحہ ہی بنا کر پیش کر دیتا۔ اور دکھا دیتا کہ عربی یہ ہے۔

غرض یہ چار نشان ہیں جو خاص طور پر میری صداقت کے لئے مجھے ملے ہیں۔"

(الحکم جلد2، نمبر 28-29 پرچہ 20-27 ستمبر 1898ء)

بقیہ: حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کا خدام اور مریدوں سے حسن سلوک

قوموں کے لیڈر آتے ہیں تو ان کی قوم کے نوجوان ان کی گاڑیاں کھینچتے ہیں۔ آج حضور کی گاڑی کھینچنے کا شرف ہم حاصل کریں گے۔ فرمایا فوراً گھوڑے جو تو۔ ہم انسان کو حیوان بنانے کے لئے دنیا میں نہیں آئے ہم تو حیوان کو انسان بنانے کے لئے آئے ہیں۔

(حیات طیبہ صفحہ 456-457)

حضور کے ایک صحابی نظام الدینؓ صاحب لدھیانوی بہت غریب آدمی تھے۔ ایک دن مسجد مبارک کی چھت پر کھانا کھانے کے لئے احباب تشریف فرما تھے۔ میاں نظام الدین صاحب بھی ان میں بیٹھے تھے۔ ان کے کپڑے بھی پھٹے ہوئے تھے۔ اتنے میں کئی اور آدمی آتے گئے اور حضور کے قریب بیٹھتے گئے۔ نظام الدین صاحب حضور سے چار پانچ آدمی پرے بیٹھے تھے۔ ان اکابر کے آنے پر وہ اور پیچھے سرکتے گئے حتی کہ جوتیوں کی جگہ تک پہنچ گئے۔ اتنے میں کھانا آیا تو حضور نے ایک سالن کا پیالہ اور کچھ روٹیاں ہاتھ میں اٹھالیں اور میاں نظام الدین کو مخاطب ہو کر فرمایا:-

"آؤ میاں نظام الدین ہم اور آپ اندر بیٹھ کر کھانا کھائیں۔" یہ فرما کر مسجد کے صحن کے ساتھ جو کوٹھڑی ہے اس میں تشریف لے گئے اور حضور اور میاں نظام الدین نے ایک پیالے میں کھانا کھایا اور دوسرا کوئی دوست اندر نہ گیا۔ جو لوگ قریب آکر بیٹھتے گئے تھے اب ان کے چہروں پر شرمندگی ظاہر تھی۔ ایک غریب بوسیدہ لباس میں ملبوس جو جذبۂ ادب واحترام یا احساس کمتری کے تحت پیچھے ہٹتا گیا تھا اس کو کس طرح حضور نے نوازا کہ اپنے ساتھ بٹھایا اور اپنے پیالے میں شریک کیا۔

ایک دن فرمایا "میرا یہ مذہب کہ جو شخص ایک دفعہ مجھ سے عہدِ دوستی باندھے مجھے اس عہد کی اتنی رعائت ہوتی ہے کہ وہ کیسا ہی کیوں نہ ہو اور کچھ ہی کیوں نہ ہو جائے میں اس سے قطع تعلقی نہیں کر سکتا ہاں اگر وہ خود قطع تعلق کر دے تو ہم لاچار ہیں۔ ورنہ ہمارا مذہب تو یہ ہے کہ اگر ہمارے دوستوں میں سے کسی نے شراب پی ہو اور بازار میں گرا ہو اور لوگوں کا ہجوم اس کے گرد ہو تو بلا خوف لومۃ لائم کے اسے اٹھا کر لے آئیں گے۔ فرمایا عہد دوستی بڑا قیمتی جوہر ہے اُس کو آسانی سے ضائع نہ کر دینا چاہیئے۔ اور دوستوں سے کیسی ہی ناگوار بات پیش آوے اسے ...... تحمل کے محل میں اتارنا چاہیئے۔"

(سیرت حضرت مسیح موعود از حضرت مولانا عبدالکریمؓ سیالکوٹی حاشیہ صفحہ 32-33)

حضور کے مخلص مرید حضرت مولانا سید سرور شاہ صاحب بیان فرماتے ہیں ایک بار قادیان کے قصابوں نے کوئی شرارت کی۔ اس پر حضور نے حکم دیا کہ ان سے گوشت خریدنا بند کر دیا جائے۔ چنانچہ کئی دنوں تک گوشت نہ ملا اور سب لوگ دال، سبزی پر گزارا کرتے رہے۔ ایک روز میں نے عرض کی کہ میرے پاس ایک بکری ہے وہ میں حضور کی خدمت میں پیش کرتا ہوں۔ حضور اسے ذبح کروا کے اس کا گوشت اپنے استعمال میں لاویں۔ حضرت صاحب نے فرمایا "مولوی صاحب ہمارا دل نہیں کرتا کہ ہمارے دوست دالیں کھائیں اور ہمارے گھر میں گوشت پکے۔" (سیرت سرور جلد نمبر 5 حصہ سوئم صفحہ 8)

حضرت مولانا شیر علی صاحبؓ بیان فرماتے ہیں :-

"جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام ایک شہادت کے لئے ملتان تشریف لے گئے تو راستہ میں لاہور میں اترے۔ اور وہاں جب آپ کو یہ معلوم ہوا کہ مفتی محمد صادق صاحب بیمار ہیں۔ تو آپ ان کی عیادت کے لئے تشریف لے گئے اور ان کو دیکھ کر حدیث کے یہ الفاظ فرمائے۔ لابأس طھورا انشاء اللہ ۔ یعنی فکر کی کوئی بات نہیں انشاء اللہ خیر ہو جائے گی۔ اور پھر آپ نے مفتی صاحب سے یہ بھی فرمایا کہ بیماری کی دعا زیادہ قبول ہوتی ہے۔ آپ ہمارے لئے دعا کریں۔ (سیرت المہدی حصہ دوم روایت 409 صفحہ 78-79)

حضرت قاضی محمد یوسف صاحب پشاوریؓ نے بیان فرمایا کہ "1904ء میں جب کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام مقدمہ کی پیروی کے لئے گورداسپور میں قیام فرما تھے ایک دفعہ رات کو بارش ہونا شروع ہو گئی۔ اس وقت حضرت اقدس مکان کی چھت پر تھے۔ جہاں پر کہ ایک برساتی بھی تھی۔ بارش کے اتر آنے پر حضور اس برساتی میں داخل ہونے لگے مگر عین دروازے میں مولوی عبداللہ صاحب متوطن حضرو ضلع کیمبلپور نماز تہجد پڑھ رہے تھے۔ انہیں دیکھ کر آپ دروازہ کے باہر رُک گئے اور اسی طرح بارش میں کھڑے رہے حتی کہ مولوی عبداللہ صاحب نے اپنی نماز ختم کر لی پھر آپ برساتی میں داخل ہوئے۔ (سیرت المہدی حصہ دوم روایت نمبر 337 صفحہ 25-26)

حضرت مولانا عبدالکریم سیالکوٹیؓ فرماتے ہیں:-

"آپ کے مزاج میں وہ تواضع اور انکسار اور ہضم نفس ہے کہ اس سے زیادہ ممکن نہیں۔ زمین پر آپ بیٹھے ہوں اور لوگ فرش پر یا اونچے بیٹھے ہوں آپ کا قلب مبارک اس کو محسوس بھی نہیں کرتا چار برس کا عرصہ گزرتا ہے کہ آپ کے گھر کے لوگ لدھیانہ گئے ہوئے تھے جون کا مہینہ تھا اور اندر مکان نیا نیا بنا تھا میں دوپہر کے وقت وہاں بچھی ہوئی چارپائی پر لیٹ گیا۔ حضرت ٹہل رہے تھے میں ایک دفعہ جاگا تو آپ فرش پر نیچے لیٹے ہوئے تھے۔ میں ادب سے گھبرا کر اٹھ بیٹھا۔ آپ نے بڑی محبت سے پوچھا آپ کیوں اٹھے ہیں۔ میں نے عرض کیا آپ نیچے لیٹے ہوئے ہیں۔ میں اوپر کیسے سو سکتا ہوں۔ مسکرا کر فرمایا میں تو آپ کا پہرہ دے رہا تھا۔ لڑکے شور کرتے تھے انہیں روکتا تھا کہ آپ کی نیند میں خلل نہ آوے۔ (سیرت مسیح موعودؑ صفحہ 40 مصنفہ حضرت مولوی عبدالکریمؓ)

خدا کے پاک بندے دوسروں پر ہوتے ہیں غالب

کلام سیدنا حضرت اقدس مرزا غلام احمد قادیانی مسیح موعود ومہدی مسعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

نِشاں کو دیکھ کر انکار کب تک پیش جائے گا
ارے اِک اور جھُوٹوں پر قیامت آنیوالی ہے
یہ کیا عادت ہے کیوں سچّی گواہی کو چھُپاتا ہے
تری اِک روز اے گستاخ ! شامت آنیوالی ہے
ترے مکروں سے اَے جاہل ! مرا نقصاں نہیں ہرگز
کہ یہ جاں آگ میں پڑ کر سلامت آنیوالی ہے
اگر تیرا بھی کچھ دیں ہے بدل دے جو میں کہتا ہُوں
کہ عزّت مجُھ کو اور تجُھ پر ملامت آنیوالی ہے
بُہت بڑھ بڑھ کے باتیں کی ہیں تُو نے اور چھُپایا حق
مگر یہ یاد رکھ اِک دِن ندامت آنے والی ہے
خُدا رُسوا کرے گا تم کو مَیں اعزاز پاؤں گا
سُنو اے مُنکرو! اب یہ کرامت آنیوالی ہے
خُدا ظاہر کرے گا اِک نشاں پُر رُعب و پُرہیبت
دِلوں میں اِس نِشاں سے استقامت آنیوالی ہے
خُدا کے پاک بندے دوسروں پر ہوتے ہیں غالب
مری خاطر خُدا سے یہ علامت آنے والی ہے

(تتمہ حقیقۃ الوحی صفحہ 157 مطبوعہ 1907ء)

(میں مسیح موعود اور امام قائم ہوں)

وانّی انا الموعود والقائم الّذی
بہ تملأنّ الارض عدلاً وتُثمر
بنفسی تجلّت طلعۃ اللہ للوریٰ
فیاطالبی رشد علی بابی احضروا
خذوا حظّکم منّی فانّی امامکم
اُذکّرکم ایّامکم واُبشرِ

انصار اللہ جرمنی کا ترجمان

ماہنامہ

اخبار احمدیہ

جرمنی

ایڈیٹر:- صادق محمد طاہر

جلد نمبر 4 ماہ 1377 ہجری شمسی مطابق مارچ 1997ء شمارہ نمبر 3-B

☆ خصوصی شمارہ -- ہفتہ مسیح موعود 23 تا 29 مارچ 1998ء ☆

شمارہ ھذا سے متعلق ضروری وضاحت

23 مارچ 1889 کا دن جماعت احمدیہ کی تاریخ میں ایک بنیادی اہمیت رکھتا ہے۔ چنانچہ اس سلسلہ میں مختلف جماعتوں میں تقاریب منعقد کر کے شایان شان طریق پر یہ دن منایا جاتا ہے اور اسی اہمیت کو مدنظر رکھتے ہوئے جماعت احمدیہ جرمنی نے گذشتہ سال مجلس شوریٰ کے موقع پر یہ تجویز سفارش کے ساتھ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی خدمت میں پیش کی تھی کہ ایک دن کی بجائے ہفتہ مسیح موعودؑ منانے کی اجازت مرحمت فرمائی جائے تا کہ مختلف تقاریب کا انعقاد کر کے جہاں نئی نسل کو اپنی تاریخ سے آگاہی ہو وہاں دیگر اقوام میں بھی زیادہ سے زیادہ افراد تک پیغام حق پہنچایا جاسکے۔

چنانچہ حضور انور نے از راہ شفقت یہ تجویز منظور فرمائی اور اب 23 تا 29 مارچ 1998 کو جرمنی بھر میں ہفتہ مسیح موعود منایا جارہا ہے جس کے پیش نظر ادارہ اخبار احمدیہ یہ خاص نمبر شائع کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہے۔ اس دعا کے ساتھ کہ اللہ تعالیٰ احباب کے علم و عرفان کے ساتھ ساتھ ایمان و ایقان میں بھی ترقیات کا موجب بنائے۔ آمین۔

چونکہ ہر شمارہ بذریعہ ڈاک لندن بھجوایا جاتا ہے لہذا ڈاک میں تاخیر کی بناء پر بروقت شائع نہ ہو سکا جس پر ادارہ معذرت خواہ ہے تاہم اس میں درج مضامین سے تمام دنوں کے تمام لمحات میں استفادہ کیا جاسکتا ہے۔

سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے بیش قیمت نصائح پر مشتمل ارشادات

تمہارا فرض ہے کہ سچی توبہ کرو اور اپنی سچائی اور وفاداری سے خدا کو راضی کرو

"خدا تعالیٰ نے اس زمانے کو تاریک پا کر اور دنیا کو غفلت اور کفر اور شرک میں غرق دیکھ کر ایمان اور صدق اور تقویٰ اور راستبازی کو زائل ہوتے ہوئے مشاہدہ کر کے مجھے بھیجا ہے تا کہ وہ دوبارہ دنیا میں علمی اور عملی اور اخلاقی اور ایمانی سچائی کو قائم کرے اور تا اسلام کو ان لوگوں کے حملوں سے بچائے جو فلسفیت اور نیچریت اور اباحت اور شرک اور دہریت کے لباس میں اس الٰہی باغ کو کچھ نقصان پہنچانا چاہتے ہیں۔" (آئینہ کمالات اسلام 251)

"وہ کام جس کے لئے خدا نے مجھے مامور فرمایا ہے وہ یہ ہے کہ خدا میں اور اس کی مخلوق کے رشتہ میں جو کدورت واقع ہو گئی ہے اس کو دور کر کے محبت اور اخلاص کے تعلق کو دوبارہ قائم کروں اور سچائی کے اظہار سے مذہبی جنگوں کا خاتمہ کر کے صلح کی بنیاد ڈالوں اور وہ دینی سچائیاں جو دنیا کی آنکھ سے مخفی ہو گئی ہیں ان کو ظاہر کر دوں اور وہ روحانیت جو نفسانی تاریکیوں کے نیچے دب گئی ہے اس کا نمونہ دکھلاؤں اور خدا کی طاقتیں جو اس کے اندر داخل ہو کر توجہ یا دعا کے ذریعہ نمودار ہوتی ہیں حال کے ذریعہ سے نہ محض قال سے ان کی کیفیت بیان کروں اور سب سے زیادہ یہ کہ وہ خالص اور چمکتی ہوئی توحید جو ہر ایک شرک کی آمیزش سے خالی ہے جو اب نابود ہو چکی ہے اس کا دوبارہ قوم میں دائمی پودا لگادوں اور یہ سب کچھ میری قوت سے نہیں ہو گا بلکہ اس خدا کی طاقت سے ہو گا جو آسمان اور زمین کا خدا ہے۔" (لیکچر لاہور صفحہ 47)

"تمہارا فرض ہے کہ سچی توبہ کرو اور اپنی سچائی اور وفاداری سے خدا کو راضی کرو تا کہ تمہارا آفتاب غروب نہ ہو اور تاریکی کے چشمہ کے پاس جانے والے نہ ٹھہرو اور نہ تم ان لوگوں سے بنو جنہوں نے آفتاب سے کوئی فائدہ نہیں اٹھایا پس تم پورا فائدہ حاصل کرو اور پاک چشمہ سے پانی پیئو تا خدا تم پر رحم کرے۔ وہ انسان بدقسمت ہوتا ہے جو خدا تعالیٰ کے وعدوں پر ایمان لا کر وفاداری اور صبر کے ساتھ ان کی انتظار نہیں کرتا اور شیطان کے کاموں کو یقینی سمجھ بیٹھتا ہے اس لئے کبھی بے دل نہ ہو جاؤ اور تنگی اور عسر کی حالت میں گھبراؤ نہیں خدا تعالیٰ خود رزق کے معاملہ میں فرماتا ہے۔ و رزقکم فی السماء و ما توعدون۔"

(الحکم 24 مئی 1902)

"استغفار کرتے رہو اور موت کو یاد رکھو موت سے بڑھ کر اور کوئی بیدار کرنے والی چیز نہیں ہے۔ جب انسان سچے دل سے خدا کی طرف رجوع کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اپنا فضل کرتا ہے جس وقت انسان اللہ تعالیٰ کے حضور سچے دل سے توبہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ پہلے گناہ بخش دیتا ہے پھر بندے کا نیا حساب چلتا ہے۔ اگر انسان کا کوئی ذرا سا بھی گناہ کرے تو وہ ساری عمر اس کا کینہ اور دشمنی رکھتا ہے اور گو زبانی معاف کر دینے کا اقرار بھی کرے لیکن پھر بھی جب اسے موقع ملتا ہے تو اپنے اس کینہ اور عداوت کا اس سے اظہار کرتا ہے۔ یہ خدا تعالیٰ ہی ہے کہ جب بندہ سچے دل سے اس کی طرف آتا ہے تو وہ اس کے گناہوں کو معاف کر دیتا ہے اور رجوع بہ رحمت فرماتا ہے۔ اپنا فضل اس پر نازل کرتا ہے اور اس گناہ کی سزا کو معاف کر دیتا ہے۔ اس لئے اب تم بھی ایسے ہو کر جاؤ جو پہلے نہ تھے۔

نماز سنوار کر پڑھو خدا جو یہاں ہے وہاں بھی ہے۔ پس ایسا نہ ہو کہ جب تک تم یہاں ہو تمہارے دلوں میں خدا کا خوف ہو اور جب پھر اپنے گھروں میں جاؤ تو بے خوف اور نڈر ہو جاؤ، نہیں بلکہ خدا کا خوف ہر وقت تمہیں رہنا چاہیئے۔ ہر ایک کام کرنے سے پہلے سوچ لو اور دیکھ لو کہ اس سے خدا تعالیٰ راضی ہو گا یا ناراض۔ نماز بڑی ضروری چیز ہے اور مومن کا معراج ہے۔ خدا تعالیٰ سے دعا مانگنے کا بہترین ذریعہ نماز ہے۔ نماز اس لئے نہیں کہ ٹکریں ماری جاویں یا مرغ کی طرح کچھ ٹھونگیں مار لیں۔ بہت لوگ ایسی ہی نمازیں پڑھتے ہیں اور بہت سے لوگ ایسے ہوتے ہیں کہ کسی کے کہنے سننے سے نماز پڑھنے لگتے ہیں یہ کچھ نہیں۔

نماز خدا تعالیٰ کی حضوری ہے اور خدا تعالیٰ کی تعریف کرنے اور اس سے اپنے گناہوں کے معاف کرانے کی مرکب صورت کا نام نماز ہے کیونکہ نماز ہرگز نہیں جو اس غرض اور مقصد کو مدنظر رکھ کر نماز نہیں پڑھتا۔ پس نماز بہت ہی اچھی طرح پڑھو۔ کھڑے ہو تو ایسے طریق سے کہ تمہاری صورت صاف بتا دے کہ تم خدا تعالیٰ کی اطاعت اور فرمانبرداری میں دست بستہ کھڑے ہو اور جھکو تو ایسے جس سے صاف معلوم ہو کہ تمہارا دل جھکتا ہے اور سجدہ کرو تو اس آدمی کی طرح جس کا دل ڈرتا ہے اور نمازوں میں اپنے دین اور دنیا کے لئے دعا کرو۔"

(الحکم 31 مئی 1902ء)

جسم کو مل مل کے دھونا، یہ تو کچھ مشکل نہیں
دل کو جو دھووے، وہی ہے پاک نزدِ کردگار
ایک عالم مرگیا ہے، تیرے پانی کے بغیر
پھیر دے اے میرے مولا، اس طرف دریا کی دھار

(درثمین)

سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جماعت کو زریں نصائح

اخلاق کا درست کرنا بڑا مشکل کام ہے جب تک انسان اپنا مطالعہ نہ کرتا رہے یہ اصلاح نہیں ہوتی

ہماری جماعت کو سرسبزی نہیں آئے گی جب تک وہ آپس میں سچی ہمدردی نہ کریں

"اخلاق کا درست کرنا بڑا مشکل کام ہے۔ جب تک انسان اپنا مطالعہ نہ کرتا رہے یہ اصلاح نہیں ہوتی۔ زبان کی بد اخلاقیاں دشمنی ڈال دیتی ہیں۔ اس لئے اپنی زبان کو ہمیشہ قابو میں رکھنا چاہیئے۔ دیکھو کوئی شخص ایسے شخص کے ساتھ دشمنی نہیں کر سکتا جس کو وہ اپنا خیر خواہ سمجھتا ہے پھر وہ شخص کیسا بے وقوف ہے جو اپنے نفس پر بھی رحم نہیں کرتا اور اپنی جان کو خطرہ میں ڈال دیتا ہے جبکہ وہ اپنے قویٰ سے عمدہ کام نہیں لیتا اور اخلاقی قوتوں کی تربیت نہیں کرتا ہر شخص کے ساتھ نرمی اور خوش اخلاقی سے پیش آنا چاہیئے...... ہماری جماعت کو سرسبزی نہیں آئے گی جب تک وہ آپس میں سچی ہمدردی نہ کریں جس کو پوری طاقت دی گئی ہے وہ کمزور سے محبت کرے۔ میں جو سنتا ہوں کہ کوئی کسی کی لغزش دیکھتا ہے تو وہ اس سے اخلاق سے پیش نہیں آتا بلکہ نفرت اور کراہت سے پیش آتا ہے حالانکہ چاہیئے تو یہ کہ اس کے لئے دعا کرے محبت کرے اور اسے نرمی اور اخلاق سے سمجھائے مگر بجائے اس کے کینہ میں زیادہ ہوتا ہے اگر عفو نہ کیا جائے۔ ہمدردی نہ کی جاوے اس طرح پر بگڑتے بگڑتے انجام بد ہو جاتا ہے خدا تعالیٰ کو یہ منظور نہیں۔ جماعت تب بنتی ہے کہ بعض، بعض کی ہمدردی کرے پردہ پوشی کی جاوے جب یہ حالت پیدا ہو تب ایک وجود ہو کر ایک دوسرے کے جوارح ہو جاتے ہیں اور اپنے تئیں حقیقی بھائی سے بڑھ کر سمجھتے ہیں۔"

(الحکم 24 اگست 1902ء)

"ہماری جماعت کے لئے اس بات کی ضرورت ہے کہ ان کا ایمان بڑھے۔ خدا تعالیٰ پر سچا یقین اور معرفت پیدا ہو نیک اعمال میں سستی اور کسل نہ ہو کیونکہ اگر سستی ہو تو پھر وضو کرنا بھی ایک مصیبت معلوم ہوتی ہے۔ چہ جائیکہ وہ تہجد پڑھے اگر عمل صالحہ کی قوت پیدا نہ ہو اور مسابقت علی الخیرات کے لئے جوش نہ ہو تو پھر ہمارے ساتھ تعلق پیدا کرنا بے فائدہ ہے۔ ہماری جماعت میں وہی داخل ہوتا ہے جو ہماری تعلیم کو اپنا دستور العمل قرار دیتا ہے اور اپنی ہمت اور کوشش کے موافق اس پر عمل کرتا ہے لیکن جو محض نام رکھا کر تعلیم کے موافق عمل نہیں کرتا وہ یاد رکھے کہ خدا تعالیٰ نے اس جماعت کو ایک خاص جماعت بنانے کا ارادہ کیا ہے اور کوئی آدمی جو دراصل اس جماعت میں نہیں ہے محض نام لکھانے سے جماعت میں نہیں رہ سکتا اس پر کوئی نہ کوئی وقت ایسا آجاوے گا کہ وہ الگ ہو جاوے گا۔ اس لئے جہاں تک ہو سکے اپنے اعمال کو اس تعلیم کے ماتحت کرو جو دی جاتی ہے۔" (الحکم 24 مارچ 1903)

"تمہارا کام اب یہ ہونا چاہیئے کہ دعاؤں اور استغفار اور عبادت الٰہی اور تزکیہ و تصفیہ نفس میں مشغول ہو جاؤ اس طرح اپنے تئیں مستحق بناؤ خدا تعالیٰ کی ان عنایات اور توجہات کا جن کا اس نے وعدہ فرمایا ہے۔ اگرچہ خدا تعالیٰ کے میرے ساتھ بڑے بڑے وعدے اور پیشگوئیاں ہیں جن کی نسبت یقین ہے کہ وہ پوری ہوں گی مگر تم خوامخواہ ان پر مغرور نہ ہو جاؤ۔ ہر قسم کے حسد، کینہ، بغض، غیبت اور فسق و فجور کی ظاہری اور باطنی راہوں اور کسل اور غفلت سے بچو اور خوب یاد رکھو کہ انجام کار ہمیشہ متقیوں کا ہوتا ہے۔ جیسے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے والا خرۃ عند ربك للمتقین اس لئے متقی بننے کی فکر کرو (الحکم 31 مئی 1902ء)

"اگر کوئی میرے قدم پر چلنا نہیں چاہتا تو مجھ سے الگ ہو جائے۔ مجھے کیا معلوم ہے کہ ابھی کون کون سے ہولناک جنگل اور پُرخار بادیہ درپیش ہیں جن کو میں نے طے کرنا ہے۔ پس جن لوگوں کے نازک پیر ہیں وہ کیوں میرے ساتھ مصیبت اٹھاتے ہیں۔ جو میرے ہیں وہ مجھ سے جُدا نہیں ہو سکتے اور جو میرے نہیں وہ عبث دوستی کا دم مارتے ہیں کیونکہ وہ عنقریب الگ کئے جائیں گے اور ان کا پچھلا حال اُن کے پہلے حال سے بدتر ہو گا...... جو جُدا ہونے والے ہیں جُدا ہو جائیں ان کو وداع کا سلام لیکن یاد رکھیں کہ بدظنی اور قطع تعلق کے بعد اگر پھر کسی وقت جھکیں تو اُس جھکنے کی عند اللہ ایسی عزت نہیں ہو گی جو وفادار لوگ عزت پاتے ہیں کیونکہ بدظنی اور غداری کا داغ بہت ہی بڑا داغ ہے۔" (اخبار الحکم 17 جون 1903)

اسلام کی نشاۃ ثانیہ کا تاریخ ساز دن 23 مارچ 1889ء

مضمون نگار: - مکرم و محترم لئیق احمد صاحب طاہر مبلغ سلسلہ انگلستان

اس مضمون کا پہلا حصہ گذشتہ شمارہ خصوصی (A-3) میں شائع ہو چکا ہے۔ اب آخری حصہ پیش خدمت ہے۔

سیالکوٹ میں ملازمت

بعض اوقات بعض احباب کم علمی کی بناء پر یہ سوال کرتے ہیں کہ مرزا صاحب خدا کے نبی ہو کر انگریزوں کے ملازم کیوں ہوئے۔ حالانکہ اگر ایسے احباب کی قرآن کریم پر پوری نظر ہو تو اسے ہرگز اعتراض کا رنگ نہ دیں۔ آخر ہمارے سید مولیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی تو تجارت کے سلسلے میں حضرت خدیجہ سے معاملہ کیا ہی تھی۔ اور حضرت یوسف علیہ السلام نے بھی فرعون مصر کے ہاں لمبے عرصہ تک ملازمت کی تھی۔ یہ باتیں چنداں قابل اعتراض نہیں ہیں۔ قرآن کریم میں کس جگہ کسی مامور کی صداقت جانچنے کا یہ معیار بیان ہوا ہے؟

حضرت مرزا صاحب نے اپنے والد بزرگوار کے اصرار پر 1824 میں سیالکوٹ میں سرکاری ملازمت اختیار کی۔ آپ کے دل پر ہمیشہ اس کا بوجھ رہا۔ آپ اسے قید خانہ سے تعبیر فرمایا کرتے تھے۔ اگر والدین کی اطاعت اور فرمانبرداری کی پرزور تعلیم قرآن کریم نے نہ دی ہوتی تو آپ یقیناً ایسی "قید" سے انکار فرماتے۔ اس ملازمت کے دوران آپ نے جس تقویٰ و طہارت سے وقت گزارا یہ مختصر مضمون اس تفصیل کا متحمل نہیں۔

قارئین صرف اس امر سے اندازہ لگائیں کہ دعویٰ کے بعد بھاری تعداد میں سیالکوٹ شہر اور ضلع کے مردوزن نے آپ کو قبول کیا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ اس ضلع کے لوگ جو مقدمات کی پیروی میں سول کورٹ میں آیا کرتے تھے آپ کی پاک اور مطہر زندگی سے پہلے ہی متاثر تھے آپ عام ملازموں سے مختلف، صوم وصلوٰۃ کے پابند، دنیا سے بے زار اور حلم و کرم، عفت و تواضع اور انکسار اور خاکساری، ہمدردیٔ خلق اور پاک باطنی، اکلِ حلال، صدق مقال اور پرہیزگاری وغیرہ جیسے اخلاق فاضلہ کے حسین پیکر تھے۔ ملازمت سے سیدھے گھر آتے اور پہروں قرآن کریم کی تلاوت فرماتے۔ اپنا کمرہ اندر سے بند کرتے اور ریاضت اور مجاہدات اور خدا تعالیٰ کی محبت میں سرشار رہتے۔ یا پھر آپ اسلام کے دفاع میں عیسائی پادریوں سے مباحثات کرتے نظر آتے جن میں پادری بٹلر صاحب ایم اے اور پادری الائشہ صاحب کے نام قابل ذکر ہیں۔

اسی طرح اس زمانہ میں آپ کے غیر معمولی تقویٰ و طہارت نے جن لوگوں کے دلوں میں گھر کیا ان میں شاعر مشرق ڈاکٹر سر محمد اقبال کے استاد مولانا سید میر حسن صاحب سیالکوٹی اور مولانا ظفر علی خاں صاحب ایڈیٹر زمیندار کے والد ماجد منشی سراج الدین صاحب قابل ذکر ہیں۔ بالآخر 1868ء میں والد بزرگوار کی اجازت سے نوکری سے استعفیٰ دے کر واپس قادیان آگئے۔

1868 سے آپ پر الہامات کا سلسلہ جاری ہو گیا اور کشوف کا سلسلہ یقیناً اس سے بہت پہلے جاری ہو چکا ہو گا آپ کو اللہ تعالیٰ نے جن غیوب کی خبریں دیں وہ اپنی ذات کے علاوہ قادیان کے ہندوؤں، سکھوں مسلمانوں وغیرہ سبھی کے بارہ میں ہوتیں اور جب یہ باتیں من وعن پوری ہو جاتیں تو سبھی حیران ہوتے اور لوگوں کے دلوں میں یہ بات میخ کی طرح گڑ گئی کہ یہ شخص خدا رسیدہ ہے۔

1875ء کے آخر میں آپ نے آٹھ نو ماہ کے روزے الٰہی اشارے پر رکھنے شروع کئے۔ لیکن یہ ریاضت بے حد رازداری سے بجا لاتے۔ گھر سے روزانہ جو کھانا وغیرہ آتا۔ وہ بعض یتیم بچوں کو دے دیتے۔ 24 گھنٹے میں آپ صرف ایک روٹی کھانے لگے پھر اس سے بھی کم کر کے چند نوالے کھا کر روزہ مکمل فرما لیتے۔ اس لمبی ریاضت اور مجاہدہ کے نتیجہ میں لطیف مکاشفات کے دروازے آپ پر کھولے گئے۔ بعض گذشتہ نبیوں کی ملاقاتیں ہوئیں اور عین بیداری کی حالت میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مع حسنینؓ و علیؓ و فاطمہؓ دیکھا۔ (کتاب البریہ۔ روحانی خزائن جلد 13 صفحہ 198)

اس کے بعد آپ نے بعض بزرگوں سے ملاقات کرنے کے لئے بعض للّٰہی سفر اختیار کئے جن میں سے قابل ذکر حضرت مولوی عبداللہ غزنوری صاحب ہیں جو صاحب الہام و کشف بزرگ تھے۔ یہ وہی بزرگ ہیں جنہوں نے 1881ء میں اللہ تعالیٰ سے کشف پا کر یہ پیشگوئی کی کہ "ایک نور آسمان سے قادیان کی طرف نازل ہوا مگر افسوس کہ میری اولاد اس سے محروم رہ گئی۔"

چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ (حیات النبی جلد اول صفحہ 80)

الیس اللہ کی انگوٹھی

"الیس اللہ بکاف عبدہ" کے نقش والی انگوٹھی گویا ایک احمدی کی نشانی بن گئی ہے یہ قرآنی آیت کا ایک حصہ ہے اور 1876ء میں حضرت مرزا صاحب کو الہام ہوا۔ اس زمانہ میں آپ ایک مقدمہ کے سلسلہ میں لاہور آئے ہوئے تھے کہ دوپہر کے وقت تھوڑی سی غنودگی کی حالت میں الہام ہوا۔ "والسماء والطارق" یعنی قسم ہے آسمان کی جو قضاء و قدر کا منبع ہے اور قسم ہے اس حادثہ کی جو آفتاب کے غروب کے بعد نازل ہوگا۔" اور حضرت مرزا صاحب کو سمجھایا گیا کہ آج ہی آپ کے والد بزرگوار حضرت مرزا غلام مرتضٰی غروب آفتاب کے بعد فوت ہو جائیں گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ حضرت والد صاحب کی وفات پر تقاضائے بشریت کے مطابق آپ کو خیال آیا کہ وہ آمدنی کے ذرائع جو حضرت والد صاحب کی زندگی کے ساتھ وابستہ تھے منقطع ہو جانے سے نہ معلوم کیا کیا مشکلات پیش آئیں اس خیال کا دل میں پیدا ہونا تھا کہ آپ کو یہ دوسرا الہام ہوا۔ "الیس اللہ بکاف عبدہ" یعنی کیا اللہ تعالیٰ اپنے بندہ کے لئے کافی نہیں؟

چنانچہ ایک انگشتری اس الہام پر مشتمل بنوائی گئی جو آج بھی ہمارے پیارے امام سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے انگشت مبارک میں پہنی ہوئی ہے۔ اس کے بعد حضرت مرزا صاحب پر کثرت سے الہامات و کشوف کا دروازہ کھل گیا۔

محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے بطلِ جلیل یہ داستان اس قدر عشق انگیز ہے کہ اسے ختم کرنے کو دل نہیں چاہتا۔ اور جتنا بھی اس ذکر حبیب کو طویل کریں تشنگی کا احساس باقی رہتا ہے۔

تعلق باللہ

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے تعلق باللہ کا ایک ولولہ انگیز اور ایمان افروز واقعہ روح میں وجد کی کیفیت پیدا کر دیتا ہے۔ مکرم منشی عطاء اللہ صاحب پٹواری کو بعض احمدی تبلیغ کیا کرتے تھے اور جواباً یہ ہمیشہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر تمسخر کرتے اور تخفیف کی نظر سے دیکھتے۔ شراب نوشی رشوت خوری اور ساتوں شرعی عیوب ان کا اوڑھنا بچھونا تھا۔

ایک روز ایک احمدی نے بڑے جوش سے انہیں حضرت مسیح موعودؑ کی آمد کا پیغام پہنچایا تو کہنے لگے اچھا میں دیکھ لیتا ہوں تمہارے مرزا صاحب کتنے پانی میں ہیں اور خدا تعالیٰ سے ان کا کیسا تعلق تھا۔ یہ کہا اور جھٹ حضورؑ کو ایک لمبا چوڑا خط لکھ دیا کہ میری تین بیویاں ہیں۔ ان سے کوئی اولاد نہیں ۔ آخری شادی کئے ہوئے بارہ برس کا عرصہ گزر چکا ہے۔ اگر آپ فی الواقع مسیح موعود اور امام مہدی ہیں اور آپ کا دعویٰ ہے کہ خدا تعالیٰ آپ کے ساتھ ہے جیسا کہ وہ اولیاء اللہ کے ساتھ ہوا کرتا ہے تو دعا کریں کہ خدا تعالیٰ مجھے خوبصورت اور صحت مند بیٹا عطا فرمائے۔ لیکن اس شرط کے ساتھ کہ وہ بیٹا میری تیسری بیوی سے نہ ہو۔ دوسری بیوی سے نہ ہو بلکہ پہلی بیوی سے ہو۔ جس سے شادی پر انہیں مدت گزر چکی تھی اور وہ کبھی سرسبز نہ ہوئی تھی۔ جواباً انہیں حضرت مولوی عبدالکریم صاحب سیالکوٹی نے خط لکھا کہ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے آپ کے لئے دعا کی ہے اور دعا مقبول ہوئی ہے لیکن ایک شرط ہے کہ آپ حضرت ذکریا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرح اپنے اندر نمایاں تبدیلی پیدا کریں۔

یہ خط ملنے پر آزمائش کے لئے مکرم منشی عطاء اللہ صاحب نے اپنے اندر پاک تبدیلی کا عزم صمیم کر لیا۔ دیکھتے دیکھتے ایک شرابی کبابی میں نیکی اور شرافت کے آثار پیدا ہونے لگے جیسے ایک خزاں رسیدہ درخت، بہار میں نئی روئیدگی اور تازگی سے تروتازہ ہو جاتا ہے یہی حال منشی عطاء اللہ صاحب کا تھا لوگ انہیں تعجب اور تجسّس کی نظر سے دیکھتے اور طرح طرح کے آوازے کستے اور رائے کا اظہار کرتے لیکن اللہ تعالیٰ کے دربار میں سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی مناجاتیں باریابی حاصل کر چکی تھیں۔

اِدھر منشی عطاء اللہ صاحب میں مسیح رواں کی دعاؤں سے روحانی زندگی کروٹ لینے لگی۔ اُدھر اُن کی کڑی شرط کے مطابق ان کی پہلی بیوی، جو مدت مدید سے بانجھ اور بے ثمر تھی، حضرت ذکریا کی بیوی کی طرح، نشان نمائی کے لئے چن لی گئی۔ پانچ چھ ماہ بعد منشی عطاء اللہ صاحب نے اپنے دوست احباب سے کہنا شروع کر دیا کہ خدا تعالیٰ ان کے ہاں پہلی بیوی سے خوبصورت بیٹا عطا فرمائے گا۔ اور سچ مچ چند ماہ کے بعد ایسا ہی ہوا اور خدا تعالیٰ نے ان کے حسب دلخواہ اعجازی رنگ میں بیٹا عطا فرما دیا۔ مکرم منشی عطاء اللہ صاحب اُسی روز چند احباب کے ہمراہ قادیان گئے اور حضرت مسیح موعودؑ کے ہاتھ پر بیعت کر کے امام مہدی کے غلاموں میں شامل ہو گئے۔

1882ء میں آپ پر مجددیّت اور ماموریت کا پہلا الہام ہوا۔ یکم دسمبر 1888ء کو آپ نے سب سے پہلے تحریر فرمایا تھا کہ خدا تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ جو لوگ حق کے طالب ہیں اور اپنے اندر پاک تبدیلی پیدا کرنا چاہتے ہیں وہ میری بیعت کریں۔ 12 جنوری 1889ء کو آپ نے دس شرائط بیعت کا اعلان فرمایا اور 23 مارچ 1889ء کو لدھیانہ میں حضرت صوفی احمد جان صاحب کے مکان پر پہلی بیعت ہوئی۔ پہلے روز فرداً فرداً چالیس افراد نے حضور کے ہاتھ پر بیعت کی۔ 1890ء کے آخر میں اللہ تعالیٰ نے آپ پر انکشاف فرمایا کہ آنحضرت ﷺ نے جس مسیح ابن مریم کے آنے کی خبر دی تھی وہ آپ ہی ہیں اور پہلے مسیح ابن مریم تمام دیگر انبیاء کی طرح وفات پا چکے ہیں۔ اس کے معاً بعد آپ نے وضاحت فرمائی کہ مسیح اور مہدی دو الگ الگ وجود نہیں بلکہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اس کی وضاحت فرما دی ہے کہ ایک ہی وجود کے یہ دو نام ہیں۔ (ابن ماجہ باب شدۃ الزمان)

اسلام کی نشاۃ ثانیہ کے جس دور کا آغاز 23 مارچ 1889ء کو ہوا تھا آج ایک صدی کے بعد ہم اس کے نمایاں آثار دیکھ رہے ہیں الٰہی سنّت " افلایرون اناناتی الارض ننقصها من اطرافها افهم الغالبون" (انبیاء 45) نیز "کتب الله لاغلبن انا و رسلی" (مجادلہ 22) کے مطابق احمدیت ہر قسم کے طوفانوں کا مقابلہ کرتے ہوئے شاہراہ غلبۂ اسلام پر اس تیزی سے رواں دواں ہے کہ دشمن سکتہ میں آگیا ہے۔ بھلا خدا کے لگائے ہوئے پودے کو کون میلی آنکھ سے دیکھ سکتا ہے۔ ہر مخالف ناکام ہوا، ہر فرعون کا سر پاش پاش کیا گیا ہے، ہر نمرود کی بھڑکائی ہوئی آگ گل وگلزار میں تبدیل کی گئی۔ ہر ابتلا میں سے احمدیت پہلے سے بلند تر، مضبوط تر، اور سرو قد ہو کر نکلی اور اس بات پر مہر تصدیق ثبت کر گئی کہ ؎

جو خدا کا ہے اُسے للکارنا اچھا نہیں
ہاتھ شیروں پر نہ ڈال اے روبہ زار ونزار

مبارک ہیں وہ جو اس پاک مسیح کی جماعت میں شامل ہوئے اور انہیں غلبۂ اسلام کی مہم میں شرکت کی سعادت حاصل ہوئی۔ سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بہت خوب اور برحق فرمایا ؎

مَیں وہ پانی ہوں کہ آیا آسماں سے وقت پر
مَیں وہ ہوں نور خدا جس سے ہوا دن آشکار
اسمعوا صوت السماء جاء المسیح
نیز بشنو از زمیں ۔ آمد امام کامگار

نیز فرمایا ؎

وقت تھا وقت مسیحا نہ کسی اور کا وقت
مَیں نہ آتا تو کوئی اور ہی آیا ہوتا

آپ کی جماعت مصائب کے پہاڑوں کو زیر کرتی ہوئی ایک شہر سے دوسرے شہر ایک ملک سے دوسرے ملک اور ایک براعظم سے دوسرے براعظم میں محبت و آشتی سے غلبۂ اسلام کے میناروں کی بنیادیں رکھ رہی ہے۔ اور بعض ملکوں میں یہ مینار ثریا کو چھو رہے ہیں۔ لیکن وائے افسوس ان محروموں پہ جو آنکھیں رکھتے ہوئے نہیں دیکھتے، کان ہوتے ہوئے نہیں سنتے۔ سیدنا حضرت مصلح موعودؓ نے کس درد بھری لے میں فرمایا تھا:

یارو مسیح وقت کہ تھی جن کی انتظار
راہ تکتے تکتے جن کی کروڑوں ہی مر گئے
آئے بھی اور آ کے چلے بھی گئے وہ آہ
ایّام سَعد ان کے بسُرعت گزر گئے

بقیہ:- حضرت مرزا غلام احمد قادیانی مسیح موعود و مہدی معہود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شبیہ مبارک

گردن مُبارک

آپؑ کی گردن مبارک متوسط لمبائی اور موٹائی میں تھی۔ آپؑ اپنے مطاع نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح ان کے اتباع میں ایک حد تک جسمانی زینت کا خیال ضرور رکھتے تھے۔ غسل جمعہ، حجامت، حِنا، مسواک، روغن اور خوشبو، کنگھی اور آئینہ کا استعمال برابر مسنون طریق پر فرمایا کرتے تھے مگر بانکے یا بنے ٹھنے رہنا آپؑ کی شان سے بہت دور تھا۔

بعثت مسیح موعود و مہدی معہود علیہ السلام

از قلم مکرم مولانا عطاء اللہ صاحب کلیم، مبلغ انچارج جرمنی

اس مضمون کا پہلا حصہ گذشتہ شمارہ خصوصی (3-A) میں شائع ہو چکا ہے۔ اب آخری حصہ پیش خدمت ہے۔

"پس جو شخص یہ خیال کرتا ہے کہ پہلے بھی کئی دفعہ خسوف و کسوف ہو چکا ہے اس کے ذمہ یہ بارِ ثبوت ہے کہ وہ ایسے مدعی مہدویت کا پتہ دے جس نے اس کسوف و خسوف کو اپنے لئے نشان ٹھہرایا ہو اور یہ ثبوت یقینی اور قطعی چاہیئے۔ یہ صرف اسی صورت میں ہو گا کہ ایسے مدعی کی کوئی کتاب پیش کی جائے جس نے مہدی معہود ہونے کا دعویٰ کیا ہو اور نیز یہ لکھا ہو کہ خسوف کسوف جو رمضان میں دار قطنی کی مقرر کردہ تاریخوں کے موافق ہوا ہے وہ میری سچائی کا نشان ہے، غرض کسوف خسوف خواہ ہزاروں مرتبہ ہوا اس سے بحث نہیں۔ نشان کے طور پر ایک مدعی کے وقت صرف ایک دفعہ معلوم ہوا ہے اور حدیث نے ایک مدعی مہدویت کے وقت میں اپنے مضمون کا وقوع ظاہر کر کے اپنی صحت اور سچائی کو ثابت کر دیا۔"

(چشمہ معرفت صفحہ 315,314)

اسی صداقت کو اپنے ایک شعر میں یوں فرماتے ہیں۔

آسماں میرے لئے تو نے بنایا اک گواہ
چاند اور سورج ہوئے میرے لئے تاریک و تار

احادیث میں ابن مریم اور امام مہدی کے ظہور کی خبر دی گئی مگر یہ دو وجود نہیں بلکہ ایک ہی وجود کے دو نام اس کی دو مختلف حیثیتوں کی وجہ سے دیئے گئے ہیں چنانچہ اس شک کو دور کرنے کیلئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:-

1: ولا المهدى الا عيسىٰ ابن مريم

(سنن ابن ماجہ باب شدۃ الزمان)

یعنی عیسیٰ ہی مہدی ہے۔

2: يوشك من عاش منكم ان يلقى ابن مريم اماما مهديا و حكماً عدلاً

(مسند احمد بن حنبل جلد 2 صفحہ 411)

یعنی جو بھی تم میں سے زندہ رہے گا وہ عیسیٰ بن مریم کو ملے گا جو امام مہدی اور حکم اور عدل ہو گا۔

3: والذى نفسى بيده ليوشكن ان ينزل فيكم ابن مريم حكماً عدلاً فيكسر الصليب ويقتل الخنزير ويضع الجزية (صحیح بخاری۔ باب نزول عیسی بن مریم علیھما السلام) یعنی قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے عنقریب تم میں ابن مریم حکم و عدل کی حیثیت سے نازل ہو گا اور صلیب کو توڑے گا۔ خنزیر کو قتل کرے گا اور جزیہ کو منسوخ کر دے گا۔

نزولؑ سے مراد آسمان سے اترنا نہیں بلکہ عزت و شرف کی وجہ سے ہے جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتا ہے قدانزل الله اليكم ذكرا رسولا (سورۃ الطلاق آیت 11-12) یعنی اللہ نے تمہارے لئے شرف کا سامان یعنی رسول اتارا ہے۔

حضرت عیسی علیہ السلام کی آمد ثانی سے مراد ان کے مثیل کی بعثت مراد ہے جس کی تائید دوسرے شواہد سے ہوتی ہے اور قرآن کریم اور احادیث حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات ثابت کرتی ہیں۔ اور قرآن کریم کے مطابق فوت شدہ اس دنیا میں واپس نہیں آتے۔

وحرام على قرية اهلكنا ها انهم لايرجعون ـ

(انبیاء آیت 96)

اور ہر ایک بستی جسے ہم نے ہلاک کیا ہے اس کیلئے یہ فیصلہ کر دیا گیا کہ اس کے بسنے والے لوٹ کر اس دنیا میں نہیں آئیں گے۔

قرآن کریم کی تیس آیات سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات ثابت ہے جن میں سے ایک آیت وہ ہے جو سورۃ مائدہ کے آخری رکوع میں ہے جس سے صاف ظاہر ہے کہ عیسائیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا ان کی وفات کے بعد بنایا ہے۔ اُب اگر دو ہزار سال پہلے بنی اسرائیل میں آنے والے عیسیٰ نے ہی دوبارہ مسلمانوں کی اصلاح کے لئے آنا تھا تو وہ خدا تعالیٰ کے حضور کس طرح انکار کر سکتے ہیں کہ ان کو کوئی علم نہیں کہ ان کو ان کی قوم نے خدا بنا رکھا ہے۔

پھر اگر کسی کو سینکڑوں سال کی عمر دے کر لمبے عرصہ کے لئے رکھنا تھا تو صرف اور صرف حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کا بابرکت وجود تھا کوئی دوسرا اس کا حق نہیں رکھتا تبھی تو اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں فرمایا ہے۔

وما جعلنا لبشر من قبلك والخلدا فائن مت فهم الخلدون (انبیاء 35)

اور ہم نے کسی انسان کو تجھ سے پہلے غیر طبعی عمر نہیں بخشی۔ کیا اگر تو مر جائے تو وہ غیر طبعی عمر تک زندہ رہیں گے۔ سچ کہا کہنے والے نے۔

غیرت کی جا ہے عیسیٰ زندہ ہو آسمان پر
مدفون ہو زمیں میں شاہ جہاں ہمارا

آنحضرت ﷺ نے فرمایا:-

انه لم يكن نبى كان بعده نبى الا عاش نصف عمر الذى كان قبله وان عيسىٰ ابن مريم عاش عشرين ومائة وانى لا ارانى الاذاهباً على راس الستين ـ

(کنز العمال الجزء الحادی عشر حدیث نمبر 32262)

یعنی کوئی نبی نہیں گذرا کہ جس کی عمر پہلے نبی سے آدھی نہ ہوئی ہو اور یقیناً عیسیٰ ابن مریم ایک سو بیس سال کی عمر تک زندہ رہے تھے۔ پس میں سمجھتا ہوں کہ میری عمر ساٹھ سال کے قریب ہو گی۔

الطبقات الکبری لابن سعد المجلد الثالث میں حضرت امام حسنؓ نے تو حضرت عیسی علیہ السلام کی وفات کی تاریخ بھی بیان کر دی ہے۔ جب انہوں نے حضرت علی کرم اللہ وجھہ کی تاریخ وفات کی خبر ان الفاظ میں دی ہے:-

ولقد قبض فى الليلة التى عرج فيها بروح عيسى بن مريم ليلة سبع و عشرين من رمضان ـ یعنی (وہ حضرت علی) اس رات کو فوت ہوئے ہیں جس رات کو عیسیٰ بن مریم کی روح آسمان کی طرف اٹھائی گئی یعنی رمضان کی ستائیسویں تاریخ۔

سو جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عیسیٰ بن مریم کے امام مہدی ہو کر آنے کی خبر دی تو اس سے مراد مثیل عیسیٰ ابن مریم ہے جو آپ کی امت میں سے آپ کی غلامی اور پیروی سے مسیح اور مہدی کا درجہ دیا گیا اور وہ حضرت مرزا غلام احمد صاحب بانی جماعت احمدیہ ہیں جو تیرھویں صدی کے آخر اور چودھویں صدی میں حدیث کے مطابق مبعوث ہوئے۔

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم الايات بعد المائتين (ابن ماجہ) آنحضرت نے فرمایا فتنوں کے ظہور کی نشانیاں دو سو سال بعد رونما ہوں گی۔

نامور محدث حضرت امام علی القاری (متوفی 1514 ہجری) اس حدیث کی تشریح میں لکھتے ہیں۔

ويحتمل ان يكون اللام فى المائتين للعهد اى بعد المائتين بعد الالف وهو وقت ظهور المهدى

(مرقاۃ شرح مشکوۃ)

یعنی یہ بھی ممکن ہے کہ المائتین میں لام عہد کا ہو اور مراد یہ ہو کہ ہزار سال کے بعد دو سو سال یعنی بارہ سو سال کے بعد نشانیاں مکمل طور پر ظاہر ہوں گی اور وہی زمانہ مہدی کے ظہور کا ہے۔

ایک حدیث میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اذا مضت الف و مائتان واربعون سنة يبعث الله المهدى (النجم الثاقب جلد 2 صفحہ 209) یعنی جب 1240 سال گذریں گے تب اللہ تعالیٰ امام مہدی کو مبعوث فرمائے گا۔

اب ان دونوں حدیثوں سے واضح ہے کہ چونکہ فتنوں کے ظہور کا زمانہ تیرھویں صدی ہے اور ان فتنوں کو دور کرنے والے امام مہدی علیہ السلام نے بھی تیرھویں صدی ہجری کے آخر میں ہی ظاہر ہونا تھا اور وہ حضرت مرزا غلام احمد صاحب بانی جماعت احمدیہ کے وجود میں ظاہر ہو گئے۔

آثار القیامۃ فی حج الکرامہ میں نواب سید صدیق حسن خاں نے لکھا "وبعض از مشائخ و اهل علم گفته اندکه خروج او بعد دوازده صد سال از هجرت شود ورنه از سیزده صد تجاوز نه کند" یعنی مشائخ اور اہل علم لوگوں میں سے بعض یہ کہتے ہیں کہ مسیح موعود کا ظہور ہجرت کے بارہ سو سال بعد ہو گا ورنہ تیرہ سو سال سے ہرگز تجاوز نہ کرے گا۔

حضرت مرزا غلام احمد علیہ السلام بانی سلسلہ احمدیہ کا دعویٰ "مجھے خدا تعالیٰ کی پاک اور مطہر وحی سے اطلاع دی گئی ہے کہ میں اس کی طرف سے مسیح موعود اور مہدی معہود اور اندرونی و بیرونی اختلافات کا حکم ہوں۔ یہ جو میرا نام مسیح اور مہدی رکھا گیا ہے ان دونوں ناموں سے رسول اللہ صلعم نے مجھے مشرف فرمایا ہے اور پھر خدا نے اپنے بلاواسطہ مکالمہ سے یہی میرا نام رکھا ہے اور پھر زمانہ کی حالت موجودہ نے تقاضا کیا کہ یہی میرا نام ہو۔ غرض میرے ان ناموں پر یہ تین گواہ ہیں۔

میرا خدا جو آسمان اور زمین کا مالک ہے میں اس کو گواہ رکھ کر کہتا ہوں کہ میں اس کی طرف سے ہوں اور وہ اپنے نشانوں سے میری گواہی دیتا ہے۔ اگر آسمانی نشانوں میں کوئی میرا مقابلہ کر سکے تو میں جھوٹا ہوں۔ اگر دعاؤں کے قبول ہونے میں کوئی میرے برابر اتر سکے تو میں جھوٹا ہوں۔ اگر قرآن کے نکات معارف بیان کرنے میں کوئی میرا ہم پلہ ٹھہر سکے تو میں جھوٹا ہوں۔ اگر غیب کی پوشیدہ باتیں اور اسرار جو خدا کی اقتداری قوت کے ساتھ پیش از وقت مجھ سے ظاہر ہوتے ہیں ان میں کوئی میری برابری کر سکے تو میں خدا کی طرف سے نہیں ہوں"

(اربعین نمبر 1 صفحہ 3-4)

قرآن کریم سے ہی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت کی ایک اور دلیل سورۃ الحاقۃ میں بیان ہوئی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

تنزيل من رب العلمين ـ ولو تقول علينا بعض الاقاويل لاخذنا منه باليمين ثم لقطعنا منه الوتين فما منكم من احد عنه حاجزين ـ

(سورۃ الحاقۃ آیات 44-48)

یعنی یہ رب العلمین خدا کی طرف سے اُتارا گیا ہے اور اگر یہ شخص ہماری طرف جھوٹا الہام منسوب کر دیتا خواہ ایک ہی ہوتا تو ہم یقیناً اس کو دائیں ہاتھ سے پکڑ لیتے اور اس کی رگ جان کاٹ دیتے اور اس صورت میں تم میں سے کوئی نہ ہوتا جو اسے درمیان میں حائل ہو کر خدا کی پکڑ سے بچا سکتا۔

آنحضرت ﷺ کی بعثت چالیس سال کی عمر میں ہوئی اور آپ کا وصال تریسٹھ سال کی عمر میں ہوا۔ اس لئے علامہ سعد الدین تفتازانی شرح العقائد میں لکھتے ہیں جس کا اردو ترجمہ یہ ہے "عقل اس بات کو ناممکن قرار دیتی ہے کہ یہ باتیں ایک غیر نبی میں جمع ہو جائیں اس شخص کے حق میں جس کے متعلق خدا تعالیٰ جانتا ہے کہ وہ خدا پر افتراء کرتا ہے پھر اس کو تیئس سال کی مہلت دے۔"

لہذا اللہ تعالیٰ پر افتراء کرنے والا بعد دعویٰ وحی والہام تیئس سال زندہ نہیں رہ سکتا۔ ایسی کوئی مثال چودہ سو سال کی تاریخ میں پیش نہیں کی جا سکتی کہ کسی نے تقول کیا ہو اللہ تعالیٰ پر افتراء کیا ہو کہ مجھے یہ لفظی الہام یا وحی ہوئی ہے جبکہ خدا تعالیٰ نے اس کو وہ الہام نہ کیا ہو اور پھر وہ 23 سال بعد دعویٰ وحی اور الہام زندہ رہا ہو۔

حضرت مرزا غلام احمد مسیح موعود و مہدی معہود علیہ السلام کو پہلا الہام 1876ء میں ہوا اور پھر یہ سلسلہ وحی و الہام وفات تک جو 1908ء میں ہوئی جاری رہا یعنی تیس بتیس سال بعد دعویٰ الہام زندہ رہے جو آپ کی صداقت کی عظیم الشان دلیل ہے۔

اس مضمون کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دو اقتباسات سے ختم کرتا ہوں۔ حضور انور فرماتے ہیں:-

"میں خدا تعالیٰ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں صادق ہوں اور اس کی طرف سے آیا ہوں"۔ (لیکچر لدھیانہ صفحہ 28)

پھر فرماتے ہیں:-

"یاد رہے کہ جو شخص اترنے والا تھا وہ عین وقت پر اُتر آیا اور آج تمام نوشتے پورے ہو گئے تمام نبیوں کی کتابیں اسی زمانہ کا حوالہ دیتی ہیں۔ عیسائیوں کا بھی یہی عقیدہ ہے کہ اسی زمانہ میں مسیح موعود کا آنا ضروری تھا ان کتابوں مین صاف طور پر لکھا تھا کہ آدم سے چھٹے ہزار کے اخیر پر مسیح موعود آئے گا سو چھٹے ہزار کا اخیر ہو گیا اور لکھا تھا کہ اس سے پہلے ذوالسنین ستارہ (دمدارہ ستارہ) نکلے گا سو مدت ہوئی کہ نکل چکا اور لکھا تھا کہ اس کے ایام میں سورج اور چاند کو ایک ہی مہینہ میں جو رمضان کا مہینہ ہو گا گرہن لگے گا سو مدت ہوئی کہ یہ پیشگوئی بھی پوری ہو چکی اور لکھا تھا کہ اس کے زمانہ میں ایک بڑے جوش سے طاعون پیدا ہو گی اس کی خبر انجیل میں بھی موجود ہے سو دیکھتا ہوں کہ طاعون نے اب تک پیچھا نہیں چھوڑا اور قرآن شریف اور احادیث اور پہلی کتابوں میں لکھا تھا کہ اس کے زمانہ میں ایک نئی سواری پیدا ہو گئی جو آگ سے چلے گی اور انہی دنوں میں اونٹ بیکار ہو جائیں گے اور یہ آخری حصہ کی حدیث صحیح مسلم میں بھی موجود ہے۔ سو وہ سواری ریل ہے جو پیدا ہو گئی۔ اور لکھا کہ وہ مسیح موعود صدی کے سر پر آئے گا۔ سو صدی میں سے بھی اکیس برس گذر گئے۔ اب تمام نشانوں کے بعد جو شخص مجھے رد کرتا ہے وہ مجھے نہیں بلکہ تمام نبیوں کو رد کرتا ہے اور خدا تعالیٰ سے جنگ کر رہا ہے اگر وہ پیدا نہ ہوتا تو اس کے لئے بہتر تھا۔"

(تذکرۃ الشہادتین صفحہ 24-25)

"یہ اگر انساں کا ہوتا کاروبار اے ناکساں
ایسے کاذب کیلئے کافی تھا وہ پروردگار

حضرت مرزا غلام احمد قادیانی مسیح موعود و مہدی معہود علیہ السلام کی شبیہ مبارک

تحریر :- حضرت میر محمد اسماعیل صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ

احمدی تو خدا تعالیٰ کے فضل سے ہندوستان کے ہر گوشہ میں موجود ہیں بلکہ غیر ممالک میں بھی ہیں۔ مگر احمد کے دیکھنے والے اور نہ دیکھنے والے احمدیوں میں بھی ایک فرق ہے۔ دیکھنے والوں کے دل میں ایک سرور اور لذت اس کے دیدار اور صحبت کی اب تک باقی ہے۔ نہ دیکھنے والے بارہا تاسف کرتے پائے گئے کہ ہائے ہم نے جلدی کیوں نہ کی اور کیوں نہ اس محبوب کا اصلی چہرہ اس کی زندگی میں دیکھ لیا تصویر اور اصل میں بہت فرق ہے اور وہ فرق بھی وہی جانتے ہیں جنہوں نے اصل کو دیکھا۔ میرا دل چاہتا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے حلیہ اور عادات پر کچھ تحریر کروں۔ شاید ہمارے وہ دوست جنہوں نے اس ذات بابرکات کو نہیں دیکھا کچھ حظ اٹھائیں۔

حلیہ مبارک

بجائے اس کے کہ آپ کا حلیہ بیان کروں اور ہر چیز پر خود کوئی نوٹ دوں یہ بہتر ہے کہ میں سرسری طور پر اس کا ذکر کرتا جاؤں اور نتیجہ پڑھنے والے کی رائے پر چھوڑ دوں۔ آپ کے تمام حلیہ کا خلاصہ ایک فقرہ میں یہ ہو سکتا ہے کہ "آپ مردانہ حُسن کے اعلیٰ نمونہ تھے" مگر یہ فقرہ بالکل نامکمل رہے گا اگر اس کے ساتھ یہ نہ ہو کہ "یہ حُسنِ انسانی ایک روحانی چمک دمک اور انوار اپنے ساتھ لئے ہوئے تھا اور جس طرح آپ جمالی رنگ میں اس امت کے لئے مبعوث ہوئے تھے اسی طرح آپ کا جمال بھی خدا کی قدرت کا نمونہ تھا اور دیکھنے والے کے دل کو اپنی طرف کھینچ لیتا تھا۔ آپ کے چہرے پر نورانیت کے ساتھ رعونت ہیبت اور استکبار نہ تھے۔ بلکہ فروتنی خاکساری اور محبت کی آمیزش موجود تھی۔

چنانچہ ایک دفعہ کا واقعہ میں بیان کرتا ہوں کہ جب حضرت اقدس چولہ صاحب کو دیکھنے ڈیرہ بابا نانک تشریف لے گئے تو وہاں پہنچ کر ایک درخت کے نیچے سایہ میں کپڑا بچھا دیا گیا اور سب لوگ بیٹھ گئے آس پاس کے دیہاتی اور خاص قصبہ کے لوگوں نے حضرت صاحب کی آواز سن کر ملاقات اور مصافحہ کے لئے آنا شروع کیا اور جو شخص آتا مولوی سید محمد احسن صاحب کی طرف آتا اور ان کو حضرت اقدس سمجھ کر مصافحہ کر کے بیٹھ جاتا۔ غرض کچھ دیر تک لوگوں پر یہ امر نہ کھلا کہ جب تک مولوی صاحب موصوف نے اشارہ سے اور یہ کہہ کر لوگوں کو ادھر متوجہ نہ کیا کہ حضرت اقدس یہ ہیں۔

بعینہ ایسا وقت ہجرت کے وقت نبی کریم ﷺ کو مدینہ میں پیش آیا تھا وہاں بھی لوگ حضرت ابو بکرؓ کو رسولِ خدا ﷺ سمجھ کر مصافحہ کرتے رہے۔ جب تک انہوں نے آپؐ پر اپنی چادر سے سایہ کر کے لوگوں کو ان کی غلطی سے آگاہ نہ کر دیا۔

جسم اور قد

آپ کا جسم دبلا نہ تھا اور نہ آپ بہت موٹے تھے البتہ آپ دوہرے جسم کے تھے۔ قد متوسط تھا اگرچہ ناپا نہیں گیا مگر اندازاً پانچ فٹ آٹھ انچ کے قریب ہوگا۔ کندھے اور چھاتی کشادہ اور آخر عمر تک سیدھے رہے نہ کمر جھکی نہ کندھے، تمام جسم کے اعضاء میں تناسب تھا یہ نہیں کہ ہاتھ بے حد لمبے ہوں یا ٹانگیں یا پیٹ اندازہ سے زیادہ نکلا ہؤا ہو غرض کسی قسم کی بدصورتی آپ کے جسم میں نہ تھی جلد آپ کی متوسط درجہ کی تھی نہ سخت کھردری اور نہ ایسی ملائم جیسی عورتوں کی ہوتی ہے۔ آپ کا جسم پلپلا نرم نہ تھا بلکہ مضبوط اور جوانی کی سی سختی لئے ہوئے۔ آخر عمر میں آپ کی کھال کہیں سے بھی نہیں لٹکی اور نہ آپ کے جسم پر جھریاں پڑیں۔

آپؑ کا رنگ

آپؑ کا رنگ گندمی اور نہایت اعلیٰ درجہ کا گندمی تھا یعنی اس میں ایک نورانیت اور سرخی جھلک مارتی تھی اور یہ چمک جو آپؑ کے چہرہ کے ساتھ وابستہ تھی عارضی نہ تھی بلکہ دائمی کبھی کسی صدمہ رنج و ابتلاء مقدمات اور مصائب کے وقت آپ کا رنگ زرد ہوتے نہیں دیکھا گیا اور ہمیشہ چہرہ مبارک کندن کی طرح دمکتا رہتا تھا۔ کسی مصیبت کے اور تکلیف نے اس چمک کو دور نہیں کیا علاوہ اس چمک اور نور کے آپؑ کے چہرہ پر ایک بشاشت اور تبسم ہمیشہ رہتا تھا اور دیکھنے والے کہتے تھے کہ اگر یہ شخص مفتری ہے اور دل میں اپنے تئیں جھوٹا جانتا ہے تو اس کے چہرہ پر یہ بشاشت اور خوشی اور فتح اور طمانیت قلب کے آثار کیونکر ہو سکتے ہیں۔ یہ نیک ظاہر کسی بدباطن کے ساتھ وابستہ نہیں رہ سکتا اور ایمان کا نور بدکار چہرہ پر درخشندہ نہیں ہو سکتا۔

آتھم کی پیشگوئی کا آخری دن آگیا اور جماعت میں لوگوں کے چہرے پژمردہ ہیں اور دل سخت منقبض ہیں۔ بعض لوگ ناواقفی کے باعث مخالفین سے اس کی موت پر شرطیں لگا چکے ہیں۔ ہر طرف سے اداسی اور مایوسی کے آثار ظاہر ہیں۔ لوگ نمازوں میں چیخ چیخ کر رو رہے ہیں اے خداوند ہمیں رسوا مت کریو۔ غرض ایسا کہرام مچ رہا ہے کہ غیروں کے رنگ بھی فق ہو گئے مگر یہ خدا کا شیر گھر سے نکلتا ہے ہنستا ہؤا اور جماعت کے سربرآوردوں کو مسجد میں بلاتا ہے، مسکراتا ہؤا، ادھر حاضرین کے دل بیٹھے جاتے ہیں۔ ادھر وہ کہہ رہا ہے کہ لو پیشگوئی پوری ہو گئی۔ مجھے الہام ہؤا۔ اُس نے حق کی طرف رجوع کیا حق نے اس کی طرف رجوع کیا۔ کسی نے اس کی بات مانی نہ مانی اس نے اپنی سنا دی اور سننے والوں نے اس کے چہرے کو دیکھ کر یقین کیا کہ یہ سچا ہے ہم کو غم کھا رہا ہے اور یہ بے فکر اور بے غم مسکرا مسکرا کر باتیں کر رہا ہے اس طرح کہ گویا حق تعالیٰ نے آتھم کے معاملہ کا فیصلہ اسی کے اپنے ہاتھوں میں دے دیا اور اس نے آتھم کا رجوع اور بے قراری دیکھ کر خود اپنی طرف سے مہلت دے دی اور اب اس طرح خوش ہے جس طرح ایک دشمن کو مغلوب کر کے ایک پہلوان پھر محض اپنی دریادلی سے خود ہی اسے چھوڑ دیتا ہے کہ جاؤ ہم تم پر رحم کرتے ہیں۔

لیکھرام کی پیشگوئی پوری ہوئی مخبروں نے فوراً اتہام لگانے شروع کئے پولیس میں تلاشی کی درخواست کی گئی صاحب سپرنٹنڈنٹ پولیس یکا یک تلاشی کے لئے آموجود ہوئے لوگ الگ کر دیئے اندر کے باہر، باہر کے اندر نہیں جا سکتے تھے۔ مخالفین کا یہ زور کہ حرف بھی تحریر کا مشتبہ نکلے تو پکڑ لیں مگر آپؑ کا یہ عالم کہ وہی خوشی اور مسرت چہرہ پر ہے اور خود پولیس کو لیجا لیجا کر اپنے بستے اور کتابیں تحریریں اور خطوط اور کوٹھڑیاں اور مکان دکھا رہے ہیں۔ کچھ خطوط انہوں نے مشکوک سمجھ کر اپنے قبضہ میں بھی کر لئے مگر یہاں وہی چہرہ ہے اور وہی مسکراہٹ گویا نہ صرف بے گناہی بلکہ ایک فتح مبین اور اتمام حجت کا موقعہ نزدیک آتا جاتا ہے۔

برخلاف اس کے باہر جو لوگ بیٹھے ہیں ان کے چہروں کو دیکھو وہ ہر ایک کانسٹیبل کو باہر نکلتے اندر جاتے دیکھ دیکھ کر سہمے جاتے ہیں۔ ان کا رنگ فق ہے ان کو یہ معلوم نہیں کہ اندر تو وہ جس کی آبرو کا انہیں فکر ہے خود افسروں کو بلا بلا کر اپنے بستے اور اپنی تحریریں دکھا رہا ہے اور اس کے چہرے پر ایک مسکراہٹ ایسی ہے جس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ اب حقیقت پیشگوئی کی پورے طور پر کھلے گی اور میرا دامن ہر طرح کے آلائش اور سازش سے پاک ثابت ہوگا۔ غرض یہی حالت تمام مقدمات، ابتلاؤں، مصائب اور مباحثت میں رہی اور یہ اطمینان قلب کا اعلیٰ اور اکمل نمونہ تھا۔ جسے دیکھ دیکھ کر بہت سی سعید روحیں ایمان لے آئی تھیں۔

آپؑ کے بال مُبارک

سر کے بال نہایت باریک سیدھے چکنے اور نرم تھے اور مہندی کے رنگ سے رنگین رہتے تھے گھنے اور کثرت سے نہ تھے بلکہ کم اور نہایت ملائم تھے۔ گردن تک لمبے تھے۔ آپ نہ سر منڈواتے تھے۔ نہ خشخاش یا اس کے قریب کترواتے تھے۔ بلکہ اتنے لمبے رکھتے تھے جیسے عام طور پر پٹے رکھے جاتے ہیں۔ سر میں تیل بھی ڈالتے چنبیلی یا حنا وغیرہ کا یہ عادت تھی کہ بال سوکھے نہ رکھتے تھے۔

ریش مُبارک

اچھی گھندار تھی، بال مضبوط، موٹے اور چمکدار تھے۔ سیدھے نرم حنا سے سرخ رنگے ہوئے تھے یعنی بے ترتیب اور ناہموار نہ رکھتے تھے۔ بلکہ سیدھے نیچے کو اور برابر رکھتے تھے۔ داڑھی میں بھی ہمیشہ تیل لگایا کرتے تھے۔ ایک دفعہ ایک پھنسی گال پر ہونے کی وجہ سے کچھ بال پورے بھی اتروائے تھے اور وہ تبرک کے طور پر لوگوں کے پاس اب تک موجود ہیں۔ ریش مبارک چہرہ کے تینوں طرف تھی اور بہت خوبصورت، نہ اتنی کم کہ چھدری اور نہ صرف ٹھوڑی پر ہو، نہ اتنی کہ آنکھوں تک بال پہنچیں۔

وسمہ، مہندی

ابتداءِ ایام میں آپ وسمہ اور مہندی لگایا کرتے تھے۔ پھر دماغی دورے کثرت سے ہونے کی وجہ سے سر اور ریش مبارک پر آخر عمر تک مہندی ہی لگاتے رہے وسمہ ترک کر دیا۔ البتہ کچھ روز انگریزی وسمہ بھی استعمال فرمایا مگر پھر ترک کر دیا آخری دنوں میں میر حامد شاہ صاحب نے ایک وسمہ بنا کر پیش کیا تھا وہ لگاتے تھے۔ اس سے ریش مبارک سیاہ آگئی تھی مگر اس کے علاوہ ہمیشہ برسوں مہندی پر ہی اکتفا کی جو اکثر جمعہ کے جمعہ یا بعض اوقات اور دنوں میں بھی آپ نائی سے لگوایا کرتے تھے۔ آپ لبیں کترواتے تھے مگر نہ اتنی کہ جو وہابیوں کی طرح منڈھی ہوئی معلوم ہوں نہ اتنی لمبی کہ ہونٹ کے کنارے سے نیچی ہوں۔ جسم پر آپ کے بال صرف سامنے کی طرف تھے۔ پشت پر نہ تھے اور بعض اوقات سینہ اور پیٹ کے بال آپ مونڈ لیا کرتے تھے یا کتروا دیتے تھے۔ پنڈلیوں پر بہت کم بال تھے اور جو تھے وہ نرم اور چھوٹے، اس طرح ہاتھوں کے بھی۔

چہرہ مُبارک

آپؑ کا چہرہ مبارک کتابی یعنی معتدل لمبا تھا اور حالانکہ عمر شریف 70 اور 80 کے درمیان تھی پھر بھی جُھریوں کا نام و نشان بھی نہ تھا اور نہ متفکر اور غصہ ور طبیعت والوں کی طرح پیشانی پر شکن کے نشانات نمایاں تھے۔ رنج، فکر، تردّد یا غم کے آثار چہرہ پر دیکھنے کی بجائے زیارت کنندہ اکثر تبسم اور خوشی کے آثار ہی دیکھتا تھا۔

آپؑ کی آنکھوں کی سیاہی، سیاہی مائل شربتی رنگ کی تھی اور آنکھیں بڑی بڑی تھیں مگر پپوٹے اس وجہ کے تھے کہ سوائے اس وقت کہ جب آپؑ ان کو خاص طور پر کھولیں ہمیشہ قدرتی غضِ بصر کے رنگ میں رہتی تھیں بلکہ آپ مخاطب ہو کر بھی کلام فرماتے تھے تو آنکھیں نیچی ہی رہتی تھیں۔ اسی طرح جب مردانہ مجالس میں تشریف لے جاتے تو بھی اکثر ہر وقت نظر نیچے ہی رہتی تھی گھر میں بھی بیٹھتے تو اکثر آپؑ کو یہ نہ معلوم ہوتا کہ اس مکان میں اور کون کون بیٹھا ہے۔ اس جگہ یہ بات بھی بیان کرنے کے قابل ہے کہ آپؑ نے کبھی عینک نہیں لگائی اور آپؑ کی آنکھیں کبھی کام کرنے سے نہ تھکتی تھیں۔ خدا تعالیٰ کا آپؑ کے ساتھ حفاظتِ عین کا ایک وعدہ تھا۔ جس کے ماتحت آپؑ کی چشمانِ مبارک آخر وقت تک بیماری اور تھکاوٹ سے محفوظ تھیں۔ البتہ پہلی رات کا ہلال آپؑ فرمایا کرتے تھے کہ ہمیں نظر نہیں آتا۔

ناک حضرت اقدسؑ کی نہایت خوبصورت بلند بالا تھی۔ پتلی، سیدھی، اونچی اور موزوں۔ نہ پھیلی ہوئی تھی نہ موٹی۔ کان آنحضورؑ کے متوسط یا متوسط سے ذرا بڑے۔ نہ باہر کو بہت بڑھے ہوئے۔ قلمی آم کی قاش کی طرح اوپر سے بڑے نیچے سے چھوٹے۔ قوت شنوائی آپؑ کی آخر وقت تک عمدہ اور خدا کے فضل سے برقرار رہی۔ رخسار مبارک آپؑ کے نہ پچکے ہوئے اندر کو تھے نہ اتنے موٹے کہ بہت باہر کو نکل آویں نہ رخساروں کی ہڈیاں نکلی ہوئی تھیں۔ بھنویں آپؑ کی الگ الگ تھیں۔ پیوستہ اَبرو نہ تھے۔

پیشانی اور سر مُبارک

پیشانی مبارک آپؑ کی سیدھی اور بلند اور چوڑی تھی اور نہایت درجہ کی فراست اور ذہانت آپؑ کی جبیں سے ٹپکتی تھی۔ علم قیافہ کے مطابق ایسی پیشانی بہترین نمونہ، اعلیٰ صفات اور اخلاق کا ہے یعنی جو سیدھی ہو نہ آگے کو نکلی ہو۔ نہ پیچھے کو دھنسی ہوئی اور بلند ہو یعنی اونچی اور کشادہ ہو اور جو چوڑی ہو۔ بعض پیشانیاں گو اونچی ہوں مگر چوڑان ماتھے کی تنگ ہوتی ہے۔ آپؑ میں یہ تینوں خوبیاں جمع تھیں اور پھر یہ خوبی چیں بر جبیں بہت کم پڑتی تھی۔ سر آپؑ کا بڑا تھا خوبصورت بڑا تھا اور علم قیافہ کی رو سے ہر سمت سے پورا تھا یعنی لمبا بھی تھا، چوڑا بھی تھا، اونچا اور سطح اوپر کی اکثر ہموار اور پیچھے سے بھی گولائی درست تھی۔ سرحدی لوگوں کے سروں کی طرح پیچھے سے پچکا ہؤا نہ تھا۔ آپؑ کی کنپٹی کشادہ تھی اور آپؑ کی کمال عقل پر دلالت کرتی تھی۔

لب مُبارک

آپؑ کے لب مبارک پتلے نہ تھے مگر تاہم ایسے موٹے بھی نہ تھے کہ بُرے لگیں۔ دہانہ آپؑ کا متوسط تھا اور جب بات نہ کرتے ہوں تو منہ کھلا نہ رہتا تھا جیسے بعض آدمیوں کی عادت ہے بعض اوقات جب خاموش بیٹھے ہوں تو آپؑ عمامہ کے شملہ سے دہانہ مبارک ڈھک لیا کرتے تھے۔ دندانِ مبارک آپؑ کے آخر عمر میں خراب ہو گئے تھے۔ یعنی کیڑا بعض داڑھوں کو لگ گیا تھا جس سے کبھی کبھی تکلیف ہو جایا کرتی۔ چنانچہ ایک دفعہ ایک داڑھ کا سر ایسا نوکدار ہو گیا تھا کہ اس سے زبان مبارک میں زخم پڑ گیا تو ریتی کے ساتھ اس کو گھسوا کر برابر بھی کروایا تھا مگر کوئی دانت نکلوایا نہیں تھا۔ مسواک آپؑ اکثر فرمایا کرتے تھے۔ پیر کی ایڑیاں اکثر گرمیوں میں بعض دفعہ پھٹ جایا کرتی تھیں۔ اگرچہ گرم کپڑے سردی گرمی میں برابر پہنتے تھے تاہم گرمیوں میں پسینہ بھی خوب آجایا کرتا تھا مگر آپؑ کے پسینہ میں کبھی بُو نہیں آیا کرتی تھی خواہ کتنے ہی دن بعد کُرتہ بدلیں اور کیسا ہی موسم ہو۔ باقی صفحہ ۲ پر